لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے

ارباب سیر اپنے محدود پیرایۂ بیان میں لکھتے ہیں کہ آج کی رات ایوانِ کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے، آتش کدۂ فارس بجھ گیا اور دریائے سادہ خشک ہوگیا لیکن سچ یہ ہے کہ ایوانِ کسریٰ نہیں بلکہ شانِ عجم، شوکتِ روم، اوجِ چین کے قصر ہائے فلک بوس گر پڑے، آتش فارس نہیں بلکہ جحیم شر، آتشکدۂ کفر، آذر کدۂ گمرہی سرد ہو کر رہ گئے، صنم خانوں میں خاک اڑنے لگی، بُت کدے خاک میں مل گئے، شیرازۂ مجوسیت بکھر گیا، نصرانیت کے اوراق خزاں دیدہ ایک ایک کر کے جھڑ گئے۔

(علامہ شبلی نعمانی)

اس شمارے میں

- قرآن کا مطالعہ کیوں اور کیسے ؟
- بعثت نبویؐ نے دنیا کی ریت بدل دی۔
- پیغمبر اسلام کی تعلیم اور عہد حاضر
- افغانیوں کے نزدیک افضل موت اللہ کی راہ میں ہے
- سب کے محسن سب کے آقا
- غیر بھی معترف ہیں تیرے
- فیصل ایوارڈ کی رقم اسلامی خدمات کے لئے وقف
- روس کا خوفناک ترین جاسوسی ادارہ
- المیۂ افغانستان
- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سراپا حسن وکمال
- اس کا ذمہ دار کون ؟
- فلسطین کو اسرائیل بنانے میں روس کا کردار

اس شمارے کی قیمت : ۱/۲۵

Regd No. LW/NP 56

TAMEER-E-HAYAT

Phone: 22949

Fortnightly

(NADWATUL-ULAMA LUCKNOW-226007 (INDIA)

اور سرکاری خزانہ میں داخل کر لیتا ہے جب کہ اسلام میں دوسروں کی دولت زبردستی لینا حرام ہے وہ دولت مندوں پر خرچ کرنے کے لیے اپنی دولت کی ایک مقدار متعین فرض کرتا ہے جس کو شریعت کی اصطلاح میں زکوٰۃ سے موسوم کیا جاتا ہے

حیلہ سازی :۔

کیمونسٹوں کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی ہے کہ باشندوں کو متاثر کرنے کے لیے کوئی نہ کوئی حیلہ اختیار کرتے ہیں لیکن جب زمام حکومت پر پوری طرح قابض ہو جاتے ہیں تب ان کی طرف سے دینی طبقے پر ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں اللہ اور رسول کو جھٹلانے پر مجبور کیا جانے لگتا ہے۔ افغانستان، شام عراق میں مسلمانوں پر جو مظالم ہوئے اس سے کون واقف نہیں ہے ؟

تضاد

دنیا میں متضاد سے متضاد اجزا باہم جمع ہو سکتے ہیں آگ، پانی ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں، شیر بکری ایک گھاٹ سے پانی پی سکتے ہیں لیکن کیمونزم اور اسلام دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے کیمونزم کی بنیاد انکار خدا ہے اور اسلام اس کو ثابت کرتا ہے۔ کیمونزم انبیاء اور رسولوں کا انکار کرتا ہے اور اسلام ان پر ایمان رکھتا ہے۔ کیمونزم عزت و آبرو کی عمارت کو ڈھاتا ہے اور اسلام اس کی تعمیر اور حفاظت کرتا ہے وہ انسانیت اور اخلاق کے لیے سم قاتل ہے اور اسلام اس کا تریاق ہے خلاصہ یہ کہ دینی ہر یا اقتصادی اخلاقی ہر یا معاشرتی جس پہلو سے بھی دیکھا جائے اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے۔ ••

بقیہ ص ۷

الدین بیطار کو ملک سے باہر نکال دیا۔ انقلابیو نے نور الدین اعتماد اور یوسف زین کو صدر اور وزیر اعظم بنایا۔ کیمونسٹ پارٹی پر اگرچہ پابندی برقرار رہی لیکن ان پر نوازشات کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ سکہ بند کیمونسٹ لیڈر خالد بکداش اور ان کے ساتھیوں کی جلاوطنی ختم کر کے انھیں ملک میں بلا کر بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا گیا اس طرح کیمونسٹ کو جیلوں سے باہر نکال بعث پارٹی کے دروازے ان کے لیے کھول دیے گئے آج کل یہاں گروپ برسر اقتدار ہے فوج اور روسی حکمران ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ اخوان اور دوسرے مذہبی عناصر بدستور ایک عرصہ سے حکمرانوں کی اسلام دشمن پالیسیوں کے خلاف احتجاج کرتے چلے آرہے ہیں۔ حافظ الاسد اور ان کے ساتھی اس احتجاج کو ہمیشہ قوت سے دباتے چلے آئے ہیں۔ لیکن اس دفعہ احتجاج سنجیدہ شکل اختیار کرتا جا رہا ہے۔

تعمیرِ حیات کی

اشاعتِ خاص

- مولانا عبدالسلام قدوائی ندویؒ
- مولانا سید محمد الحسنیؒ
- مولانا اسحاق جلیس ندویؒ

کے حالات، واقعات، علمی و ادبی خدمات، خصوصیات و کمالات اور کارناموں پر مشتمل ہوگا۔ اس میں ہند اور بیرون ہند کی ممتاز علمی شخصیتوں کے تعزیتی خطوط کے عکس، علمی، ادبی، بین الاقوامی تنظیموں کی تعزیتی قرار دادیں، اخبارات و رسائل کے تعزیتی نوٹ نیز مرحومین پر حضرت مولانا کے علیحدہ علیحدہ مفصل مضمون، علمی کارناموں کی تفصیلات اور اہل تعلق کے قابل قدر مضامین شامل ہیں۔ یہ شمارہ تقریباً پانچ سو صفحات اسٹینڈرڈ کتابی سائز پر ہوگا، اور اس کی قیمت ۲۵/- روپئے ہوگی۔ اس کا "تعمیر حیات" کے عام شماروں سے کوئی تعلق نہیں ہوگا اور وہ بدستور مقررہ تاریخوں میں شائع ہوتا رہیگا۔ خریدار حضرات یہ "اشاعت خاص" نصف قیمت پر مکتبۂ دار العلوم ندوۃ العلماء سے خریداری نمبر کا حوالہ دیکر حاصل کر سکتے ہیں۔ یہ خاص شمارہ پریس جا چکا ہے۔

تعمیر حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

زر تعاون
اندرون ملک ۱۶ روپے
فی پرچہ ۸۰ پیسے
بیرون ملک بحری ڈاک جملہ ممالک ۴ پونڈ
ہوائی ڈاک
ایشیائی ممالک ۶ پونڈ
افریقی ممالک ۷ پونڈ
یوروپ و امریکہ ۹ پونڈ

جلد نمبر (۱۷) | ۲۵ جنوری و ۱۰ فروری ۱۹۸۰ء ۶ و ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۰ھ | شمارہ نمبر ۶ و ۷

سب کے محسن سب کے آقا

شمس الحق ندوی

ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو ہمارا ذہن غیر شعوری طور پر چودہ سو سال قبل کی دنیا کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، جب شیرازۂ انسانیت منتشر و پراگندہ اور جامۂ انسانیت تار تار تھا۔ دنیا میں جنگل کا قانون نافذ تھا۔ ہر بڑا چھوٹے کا خون چوس رہا تھا۔ طاقتور کمزور کو ستا رہا تھا، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھا رہی تھی۔ انسان اپنے ہی جیسے انسانوں کا پرستار اور ان کے ظلم وجور کا شکار تھا مشرق سے لے کر مغرب تک لاقانونیت و بربریت کا دور دورہ تھا۔ پورے عالم پر ظلمت و تاریکی کی سیاہ چادر تنی ہوئی تھی، ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا تھا،

"ظلمات بعضها فوق بعض اذا اخرج یدہ لم یکد یراها"

وہ انسان جو زمین پر اللہ کا خلیفہ بنا کر بھیجا گیا تھا پستی کی اس حد پر اتر آیا تھا کہ شجر و حجر حتی کہ اپنے ہاتھوں سے تراشے ہوئے بتوں اور مورتیوں کے سامنے سر جھکاتا اور سجدہ ریز ہوتا تھا، انھیں کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھنے لگا تھا، اخلاق و محبت حیا و شرم نام کی کوئی چیز باقی ہی نہ رہی تھی، کہیں تھی بھی تو ایسی جیسے جنگل کی تاریک و بھیانک رات میں جگنو کی چمک۔

انہیں تاریکیوں میں اسی گھٹا ٹوپ اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن پھوٹی، بارہ ربیع الاول کی نمود صبح کے ساتھ حضرت آمنہ کے گھر وہ دولت کونین اتری جو اس ظلمت کی ماری دنیا کو ہدایت کی راہ دکھائے اور ہلاکت و بربادی کے غار میں چھلانگ لگانے سے اسکو روکے جس کے لئے وہ تیار کھڑی تھی۔ علیٰ شفا جرف ھار۔

جب آپ نے آنکھ کھولی تو گرد و پیش کا ماحول بالکل نامانوس اور بیگانہ نظر آیا۔ یہ منظر آپ کے لئے بہت ہی الم انگیز تھا جب عمر کے چالیس سال پورے ہو چکے تو منصب نبوت سے سرفراز ہوئے۔ قدرت خداوندی نے ہر عیب اور ہر برائی اور کفر و شرک سے آپکی حفاظت فرمائی اور دل کو نور نبوت سے منور فرما کر ہر قسم کی آلائش سے پاک فرمایا۔ خیر کی ہر بات بتائی، برائی کی ہر بات سے بچایا۔ آپ کا ارشاد ہے:۔

" ادّبنی ربی فاحسن تادیبی " (مجھے میرے رب نے ادب و شائستگی سکھائی اور بہت خوب ادب سکھایا)۔

رب کریم نے خود فرمایا، " انک لعلیٰ خلق عظیم " (آپ اخلاق و کردار کے بلند معیار پر ہیں)۔

آپ نے رشد و ہدایت اور دعوت توحید کا کام شروع کیا تو بقول مولانا سید سلیمان ندوی۔

" توحید کی دعوت ایک بیگانہ آواز تھی جو مسافرانہ بیکسی کے عالم میں محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بلند ہوئی، پورب، پچھم، داہنے، بائیں، ہر طرف اس صدائے حق کو اجنبی اور نامانوس سمجھا گیا۔ آواز دینے والے نے حسرت سے چاروں طرف دیکھا اور ہر طرف اس کو وہی بیگانگی، اجنبیت اور مسافرانہ بیکسی کا منظر نظر آیا۔ رفتہ رفتہ یہ اجنبیت دور ہوئی، بیگانگی کافور ہوئی۔ آواز کی کشش اور نوائے حق کی بانسری نے دلوں میں اثر کیا۔ کان والے سننے لگے اور جو سننے لگے سر دھننے لگے یہاں تک کہ وہ دن آیا کہ سارا عرب اس کیف سے معمور اور اس شراب سے مخمور ہو گیا "۔

اب جو رہزن تھے وہ رہبر بنے، جو ظالم و قاتل تھے وہ منصف و عادل بنے جو بت تراشتے تھے وہ بت توڑنے لگے، جو اپنی لڑکیوں کو زندہ در گور کر دینے کے عادی تھے اپنے بھائی کی یتیم بچی کو پالنے میں سبقت و قرعہ اندازی کرنے لگے، پہلے کون سا عیب تھا جو ان میں پایا نہ جاتا ہو، اب کون سی خوبی تھی جس کو انہوں نے گلے نہ لگایا ہو اور اپنے آپ کو اسی کے سانچے میں ڈھال نہ لیا ہو۔ اپنی انہیں خوبیوں کے ساتھ وہ عرب کے ریگ زاروں سے نکل کر عراق و شام سے گذرتے ہوئے ایران کے مرغزاروں اور مصر کی وادیوں میں جا پہنچے۔ اور جہاں پہنچے بگڑے ہوئے انسانوں کو انسانیت کا سبق پڑھایا اور ان کو بندوں کی غلامی سے نکال کر خدائے واحد کے سامنے سر جھکانے اور اسی کو معبود حقیقی جاننے کا سبق پڑھایا۔ عالم دو گیتی کے الجھے ہوئے گیسو کو ایسا سلجھایا کہ چمنستان عالم میں بہار آ گئی۔ درد کی ماری انسانیت کو سکھ چین کی زندگی نصیب ہوئی۔

یہ سب کرشمہ تھا اس ذات گرامی کا جس کو سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا گیا تھا، وما ارسلناک الارحمۃ للعالمین۔

آپ نے سبق پڑھایا اخوت و مساوات کا، عدل و انصاف کا، محبت و لطف و کرم کا، آپ نے فرمایا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور بڑوں کی عزت نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں۔ فرمایا، مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے اس کی مزدوری دے دو۔ حاکم کو رعیت کے ساتھ عدل و انصاف کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا، امام عادل قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں ہوگا۔ رعیت سے کہا کہ تم اپنے حاکم کی اس وقت تک اطاعت کرو جب تک اس میں کھلا ہوا کفر نہ نظر آئے۔

ماں باپ کے حقوق، اولاد کے حقوق، بیوی کے حقوق، شوہر کے حقوق غرض یہ کہ وہ سارے اصول و ضابطے، آداب و اخلاق بتائے جن کو اپنا کر عالم انسانیت امن و چین کی

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو اسکا سالانہ چندہ مبلغ سولہ روپے ارسال فرمائیے، اگر اگلے شمارہ کی روانگی سے پہلے آپ کا چندہ یا خط موصول نہ ہوا تو یہ سمجھ کر کہ آپ کو وی۔ پی سے چندہ ادا کرنے میں سہولت ہے۔ اگلا پرچہ مع وی۔ پی خرچ 19/25 روپے کے مطالبہ میں وی۔ پی سے روانہ ہوگا۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں۔

تعلیم القرآن

از: مولانا محمد اویس ندوی مرحوم

پاکی کا ادب

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (مائدہ ۲) اور اگر تم ناپاک ہو تو نہا کر پاک ہو۔

پاک اور صاف رہنا بڑی ضروری چیز ہے، دین کی جڑ پاکی ہی پر ہے۔ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قبر کے پاس سے گذرے تو فرمایا کہ اس قبر والے پر اس لئے عذاب ہو رہا ہے کہ یہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچتا نہ تھا۔ حضرت عثمانؓ (اللہ ان سے راضی ہو) کو پاکی کا اس قدر خیال تھا کہ جب سے اسلام لائے، عام طور سے ایک بار، روزانہ غسل کرتے تھے۔

۱۔ حضورؐ نے فرمایا، جب کوئی شخص سو کر اٹھے، تو جب تک تین بار ہاتھ نہ دھو لے اس کو پانی کے برتن میں ہاتھ نہیں ڈالنا چاہیئے، کیونکہ سونے میں معلوم نہیں کہ اس کا ہاتھ کہاں کہاں پڑا ہے!

۲۔ دانتوں کی صفائی کے لئے فرمایا، اگر میری امت پر بوجھ نہ ہوتا تو ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

۳۔ عام راستوں اور درختوں کے سایہ میں پاخانہ نہ کرنا چاہیئے۔

۴۔ غسل خانہ کی زمین میں پیشاب نہیں کرنا چاہیئے۔

۵۔ استنجا بائیں ہاتھ سے کرنا چاہیئے اور پانی کے ساتھ مٹی بھی استعمال کرنا چاہیئے۔

۶۔ ہفتہ میں ایک دن مسلمان کے لئے غسل کرنا، کپڑے بدلنا، خوشبو لگانا اچھا سمجھا گیا ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ضروری ہے۔

لباس کا ادب

قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِيْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا (اعراف ۳) ہم نے اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہارا ستر اور زینت کا سامان۔

لباس کے دو مقصد ہیں:

۱۔ جسم کو سردی اور گرمی کی تکلیفوں سے بچایا جائے۔

۲۔ انسان کے بدن کے جن حصوں پر دوسروں کی نظر نہیں پڑنی چاہیئے وہ چھپے رہیں، مردوں کے لئے ناف سے لے کر گھٹنوں تک کا حصہ، عورتوں کے لئے سر کے بالوں سے لیکر ٹخنوں اور گٹوں تک کا حصہ، ستر ہے، یعنی ان کا دوسرے کے سامنے کھولنا جائز نہیں تنہائی میں بھی کھولنا اچھا نہیں ہے۔ ایک صحابی نے حضورؐ سے پوچھا کہ اگر ہم تنہائی میں ہوں، یعنی کوئی دوسرا دیکھنے والا نہ ہو، فرمایا، خدا تو دیکھتا ہے اس سے اور زیادہ شرم کرنا چاہیئے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا، کبھی ننگے نہ ہو اس لیے کہ تمہارے ساتھ فرشتے رہتے ہیں جو برہنگی کے وقت تم سے الگ ہو جاتے ہیں ان سے شرم کرو اور ان کا لحاظ رکھو۔

۱۔ مردوں کو کسی ضرورت اور مجبوری کے بغیر خالص ریشم کا بنا ہوا کپڑا نہ پہننا چاہیئے

۲۔ مردوں کے لئے عورتوں کا لباس اور عورتوں کے لئے مردوں کا لباس جائز نہیں۔

۳۔ مرد کو پائجامہ کی مہریوں اور تہہ بند کو اتنا نیچا نہ کرنا چاہیئے کہ ٹخنے چھپ جائیں، البتہ عورتیں دامن یا گھیر نیچے تک لٹکا سکتی ہیں۔

۴۔ ایسا باریک کپڑا نہ پہننا چاہیئے جس سے ستر دکھائی دے۔ عورتوں کے لئے خاص طور سے حضورؐ نے فرمایا کہ، کتنی کپڑے پہننے والیاں ہیں جو حقیقت میں ننگی رہتی ہیں۔

۵۔ مرد شوخ رنگ، خاص کر سرخ رنگ کے کپڑے نہ پہنیں، سرخ دھاری کے کپڑے جائز ہیں۔ زعفرانی کپڑے درست نہیں۔

۶۔ مردوں کے لئے حضورؐ نے سپید رنگ کے کپڑے پسند فرمائے ہیں۔

محسن انسانیتؐ نے فرمایا

حکومت ابتداء میں بہت خوبصورت نظر آتی ہے لیکن انتہا میں باعث ندامت ہوتی ہے۔

عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انکم ستحرصون علی الامارۃ وستکون ندامۃ یوم القیٰمۃ فنعم المرضعۃ وبئست الفاطمۃ۔

(رواہ البخاری مشکوٰۃ صفحہ ۳۲۰)

ترجمہ: ابو ہریرہؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے جب کہ تم امیر بننے کی حرص کرو گے حالانکہ تمہارے لئے امارت و حکومت قیامت میں باعث ندامت ہوگی اور حکومت کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک دودھ پلانے والی عورت کی کہ ابتدا میں تو بہت پیاری لگتی ہے اور دودھ چھڑانے لگتی ہے تو وہی بہت بری لگنے لگتی ہے (یہی حالت حکومت کی ہے کہ ابتدا میں حکومت بہت دلفریب نظر آتی ہے لیکن جب اس کے نتائج سامنے آتے ہیں تو وہی بہت خوفناک بن جاتی ہے)

شرح: حکومت کی ابتدائی دلفریبی اور پھر اس کے عواقب کی بدنمائی جن اعتبارات سے شرعی نظر میں ہے ان کو آخرت سے غافل دماغوں کو سمجھانا بہت مشکل ہے لیکن بعض طور پر جو بات موجودہ دماغوں میں آسکتی ہے وہ اتنی واضح ہے کہ کسی زیادہ غور و فکر کی محتاج نہیں بلکہ آنکھوں سے دنیا کے موجودہ واقعات دیکھ کر نظر آرہی ہے، ایک حکمراں جب تخت حکمرانی پر بیٹھا ہے تو ابھی وہ جم کر بیٹھنے بھی نہیں پاتا کہ موت سر پر منڈلانے لگتی ہے، یہ تو ہیں زمانہ کے انقلابات اور لوگوں کی بے عقلی کے ثمرات، لیکن اگر ان سے قطع نظر کر لی جائے تو پھر بھی ایک حاکم کا یہ فرض ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ یہ سوچے کہ کتنے لوگوں کی زندگی اور راحت کی ذمہ داری اس کے سر پر عائد ہوتی ہے جس سے موجودہ دور میں عہدہ برآ ہونا کوئی کھیل تماشہ نہیں ہے۔

اگر حکومت انسانوں کی جان و مال سے کھیلنے کا نام ہو جیسا کہ موجودہ لوگوں کی ذہنیت بن گئی ہے تو یہ بات تو دوسری ہے لیکن اگر اس پر غور کیا جائے کہ ایک گھرانے کے والدین پر اپنے بچوں کی صحت، ان کی غذا، ان کی رہائش، ان کی تعلیم و تربیت کی کتنی ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور صحیح طور پر ان کو انجام دینا ان کو کتنا مشکل ہوتا ہے تو صرف یہی نہیں بلکہ ان سے کہیں بڑھ کر نازک ذمہ داریاں چند افراد کی نہیں، بلکہ کروڑوں انسانوں کی اس کے سر عائد ہو جاتی ہیں، ان سب کو کامیاب طریقہ پر پورا کرنا کیا کوئی آسان بات ہے۔ لیکن حکومت کی چاشنی اور اقتدار کی ہوس ان سب کو ایسا فراموش کر دیتی ہے کہ گویا خدا کی مخلوق کی قسمت کا فیصلہ ان کے ہاتھوں میں ہے جس کو وہ اپنی مرضی کے مطابق بدل کر اپنے مغرور نفس کو خوش کرتے رہتے ہیں، کیا حکومت اسی کا نام ہے؟ اسلام کا نہیں بلکہ انسانیت اور شرافت کا تقاضا یہی ہے، خوب یاد رکھئے کہ ایک حاکم کے بننے اور نہ بننے سے ایک ملک کا بگڑنا یا سنورنا ہے، اگر سنور گیا تو اس سے بڑھ کر خوش قسمت کون ہے، اور اگر بگڑ گیا تو اس بدنصیب پر اس کے مرنے کے بعد بھی تاریخ لعنت کرتی رہتی ہے اس لئے عاقل شخص کب اتنی بڑی ذمہ داریوں کو خوشی کے ساتھ اپنے سر لے سکتا ہے، جن کی ادائیگی یقیناً انسان کے بس سے باہر ہے یہاں یہ ملحوظ رکھنا ضروری ہے کہ ایک شوہر جو اپنی چند بیویوں پر صرف ایک ادنیٰ درجہ کی حکومت رکھتا ہے جب وہ اس کو ادا کرنے سے قاصر رہ سکتا ہے تو پھر یہ کتنا مشکل ہوگا کہ ایک حاکم عام کروڑوں انسانوں کے حقوق ادا کرنے میں کامیاب ہو سکے۔

زندگی گذار سکتا ہے اور اپنے رب کو راضی و خوش کر سکتا ہے کیا آپ نے اور آپ کے اصحاب نے حکومت و فرمانروائی کا اعلیٰ نمونہ نہیں پیش کیا، کیا خود بھوکے رہ کر دوسروں کا پیٹ نہیں بھرا، کیا بیوی نے ایک ایک پیسہ جمع کر کے جب خلیفہ سے کچھ میٹھا پکانے کی خواہش ظاہر کی تو خلیفہ نے یہ کہہ کر کہ اگر اتنی رقم میری تنخواہ سے کم ہو جائے تو ضرورت پوری ہو جائیگی اتنی رقم اپنی تنخواہ میں سے کم نہیں کر دی۔

کیا ذاتی خیریت و حالات پوچھنے کے لئے تب خلیفہ نے سرکاری چراغ بجھا کر اپنا ذاتی چراغ نہیں جلایا کہ ذاتی گفتگو کے لئے سرکاری چراغ کا جلانا عام رعایا کی حق تلفی ہے، کیا خلیفہ نے اپنے بیٹے کے اونٹوں کو تندرست و فربہ دیکھ کر انہیں بیچ کر ان کی قیمت یہ کہہ کر بیت المال میں نہیں داخل کر دی کہ یہ سرکاری چراگاہ میں چر کر فربہ ہوئے ہیں۔

یہ وہی لوگ تو تھے جو رحمت عالم کی بعثت سے قبل ایک دوسرے کا گلا کاٹتے تھے ذرا ذرا سی بات پر برسہا برس جنگیں لڑتے تھے مگر اب کیسی کایہ پلٹی کہ خود بھوکے رہ کر دوسروں کو کھلانے لگے، یوثرون علیٰ انفسھم ولوکان بھم خصاصۃ۔

محمد عربی کا احسان ساری دنیائے انسانیت پر ہے، حاکم پر کہ اس کو طریق حکومت بتایا، رعایا پر کہ اس کو آداب اطاعت سکھائے، مزدور پر کہ اس کو امانت کا سبق پڑھایا، مزدوری کرانے والے پر کہ اس کو مزدوری دینے کا ڈھنگ سکھایا۔ آقا پر کہ غلام کے حقوق بتائے، غلام پر کہ غلامی کے آداب سکھائے، ماں باپ پر کہ اولاد کی دیکھ بھال اور تعلیم و تربیت کی فضیلت و طریقہ بتایا۔ اولاد پر کہ ماں باپ کے حقوق بتائے، ان کا احسان یاد دلایا، اسی طرح سے ہر فرد بشر کا ایک دوسرے سے جو تعلق ہے اس پر قیاس کر جائیے۔

اور اس سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا کے حقوق بندوں پر کیا ہیں، خدا اور بندے کا کیا تعلق ہے، اور یہ تعلق کتنا نازک ہے۔ بندہ ظلوم و جہول ہے، آقا غفور و شکور ہے اب تک جو کچھ لکھا گیا وہ یہ تھا کہ نبی کے بنی نوع انسان پر کیا احسانات ہیں اور انہوں نے امت کیلئے ایسا اعلیٰ اور مثالی نمونہ چھوڑا۔

اب ہمیں ذرا یہ غور کرنا چاہیئے کہ ہم اپنے نبی کی تعلیمات پر کہاں تک عمل کرتے ہیں، ہمارے قول و فعل میں کہاں تک مطابقت ہے؟ ہم ظاہر کیا کرتے ہیں اور حقیقت میں ہمارا حال کیا ہے؟

ربیع الاول کا مہینہ آتا ہے تو ہم کس تزک و احتشام سے نبی کی یاد میں جلسہ کرتے ہیں ان جلسوں میں پانی کی طرح روپیہ بہاتے ہیں، اور پڑوس کے یتیموں کو بھوکا چھوڑ دیتے ہیں، یہ بالکل بھول جاتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میں اور یتیموں کی دیکھ بھال کرنے والا جنت میں بہت ہی قریب ہوں گے، ہم بیماروں کی کراہ سنتے ہیں جنکے پاس دوا کے لئے پیسہ نہیں، بیواؤں کی دہائی سنتے ہیں جن کے سر پر دوپٹا نہیں اور دیکھتے ہیں کہ بچے بھوک سے بلبلا رہے ہیں، ذرا ہم سوچیں کہ کیا آن بان کے ساتھ میلاد کر لینے سے نبیؐ کی روح خوش ہو گی یا نبی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے جو تعلیمات ہم کو دی ہیں ان پر عمل کرنے سے؟

آپ کہیں گے اور سچ کہیں گے کہ ہم تو میلاد اس لئے کرتے ہیں کہ نبی کی تعلیمات یاد دلائی جائیں، تازہ ہوں۔ بیشک، لیکن ہم یہ بھی تو جائزہ لیں کہ ہم عمل کتنا کرتے ہیں۔ عمل کا حال تو یہ ہے کہ کتنے لوگ میلاد کے جلسہ سے اٹھ کر جاتے ہیں اور فجر کی نماز نصیب نہیں ہوتی۔ ہمیں اس پہلو پر ذرا سنجیدگی سے غور کرنا چاہیئے اور اپنا محاسبہ اور اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہیئے۔ جب ہم نے نبی کی تعلیمات پر عمل کیا تو دنیا میں باعزت و سرفراز ہوئے لیکن جب عمل چھوڑ کر فقط مظاہر کے پیچھے پڑ گئے تو ذلیل و خوار ہوئے۔

صحابہ کرام نے نبیؐ کی تعلیم کو محض سن لینے کی وجہ سے دنیا میں انقلاب عظیم برپا نہیں کیا تھا بلکہ اس پر عمل کر کے وہ انقلاب برپا کرنے کے قابل بن سکے تھے۔

ربیع الاول کا پیغام یہی ہے کہ ہم حضورؐ کی سنتوں پر عمل کریں، حضورؐ کا فرمان ہے کہ میں دو چیزیں تم میں چھوڑ کر جا رہا ہوں تم جب تک اس پر عمل کرو گے گمراہ نہیں ہو گے۔ اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور میری سنت (میرا طریقۂ زندگی و تعلیمات)۔

بقیہ صفحہ ۱۶

صرف افراد ہی کی تعمیر میں حصہ نہیں لیتے بلکہ قوموں کی تشکیل میں بھی ان کا زبردست رول ہوتا ہے، انہی عناصر نے افغانی قوم کی نئی تشکیل کی اور اس کو نئے تشخص و امتیاز سے روشناس کیا، انہی عناصر پر قوموں کی زندگی کا انحصار ہوتا ہے اور انہی سے عروج و زوال کا فیصلہ کیا جاتا ہے جو قوم اس دولت سے محروم ہوتی ہے وہ تاریخ ساز کردار ادا کرنے سے قاصر ہوتی ہے، مجھے اندیشہ ہے کہ تاریخ کے اس نازک موڑ پر افغانی قوم اپنی ان خصوصیات سے محروم نہ ہو جائے — اور خدانخواستہ پھر وہ دور واپس نہ آجائے جو اسلام سے پہلے تھا۔

اس وقت مسئلہ صرف دین اسلام اور پیغام محمدیؐ کی بقا و تحفظ کا ہے، مسئلہ اس کا ہے کہ نبوت محمدیؐ کا ابدی پیغام باقی رہے، خدا پر کامل یقین، اس کے وعدوں پر مکمل بھروسہ اور اس کی تائید و نصرت پر ایمان کامل ہو اور اس دنیا میں خیر امت بن کر رہنے اور با مقصد زندگی گذارنے کا سلیقہ آجائے۔ اقبال نے اسی حقیقت کا ادراک کیا تھا، انہوں نے خدا کے حضور مسلمانوں کی شکایت کی تھی کہ یہ قوم کیوں گمنامی اور جمود کو پسند کرتی ہے اور ذلت و نکبت پر کیوں کر راضی ہو گئی ہے

شبے پیش خدا بگریستم زار
مسلماناں چرا زارند و خوارند
ندا آمد نمی دانی کہ ایں قوم
دلے دارند و محبوبے ندارند

آپ اپنی قدر و قیمت پہچانئے، اس نعمت کی قدر کیجئے جو اسلام نے آپ کو عطا کی ہے، مادی دولت کے ساتھ یقین و ایمان کی بے بہا نعمت سے بھی آپ کو نوازا گیا ہے، اگر آپ اس نعمت کی قدر نہ کریں گے تو یہ نعمت چھین کر کسی دوسری قوم کو دیدی جائے گی۔

"الم تر الی الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا واحلوا قومھم دار البوار . . . . . ."

تاریخ کا فیصلہ یہی ہوتا آیا ہے، اس میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ آپ کے سامنے اصل مسئلہ عرفان نفس اور اپنی قیمت پہچاننے کا ہے ؎

اپنے من میں ڈوب کر پا جا سراغ زندگی
تو اگر میرا نہیں بنتا نہ بن اپنا تو بن

بقیہ صفحہ ۱۰

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے انسان کو مذہب اور دنیا دی . . . . زندگی کا ایک مشترک اور جامع نظام عطا کیا جس میں مذہب اور زندگی کے درمیان کوئی تضاد نہ تھا بلکہ وہ دونوں نہایت خوبی کے ساتھ باہم ایک وحدت بن گئے۔

پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دو احسانات کہ آپ نے انسان اور انسان کے فرق کو دور کیا اور مذہب و زندگی کے مابین دوری اور اختلاف کو ختم کیا وہ بڑے احسانات ہیں جن کے ذریعہ انسانیت کو تاریخ کی ظالمانہ اقدار سے نجات ملی اس کے لیے انسانیت پیغمبر اسلام کی جتنی زیادہ ممنون ہو کم ہے۔

آئیے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے اس مبارک موقع پر ان احسانات کو یاد کریں اور اپنی زندگی میں آپ کی عظیم تعلیمات سے روشنی پیدا کریں۔ ●●

معذرت

ادھر کچھ اشاعتوں سے تعمیر حیات اپنی مقررہ تاریخوں پر قارئین کے ہاتھوں میں نہیں پہونچ پا رہا تھا اس کی ایک وجہ تو اشاعت خاص میں مشغولیت تھی اور دوسرے کاتب کا کام سے انکار کر دینا۔ لہذا مجبوراً تعمیر حیات کے کاتب سے اس میں مدد لینی پڑی۔ اب اللہ کے فضل و کرم سے خاص نمبر پریس جا چکا ہے، اور ہم امید کرتے ہیں کہ عام شمارہ کی پوسٹنگ کے بعد خاص نمبر کی حسب فرمائش ترسیل کا کام شروع کر دیا جائے گا اس تاخیر میں ڈاک کے نظام کی خرابی کا بھی دخل ہے جو اپنے اختیار میں نہیں۔ ادارہ اس پر معذرت خواہ ہے اور آئندہ سے مقررہ تاریخوں پر قارئین تک پہونچانے کی پوری کوشش کرے گا۔

(منیجر)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت نے دنیا کی ریت بدل دی، انسان کے مزاج بدل دیئے، دلوں میں خدا کی محبت کا شعلہ بھڑکا دیا، خدا طلبی کے ذوق کو عام کیا، اور انسانوں میں ایک نئی دھن پیدا کر دی

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

حقیقت یہ ہے کہ ہمارا یہ دور بلکہ قیامت تک کا پورا دور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت دعوت اور مساعی جمیلہ کے حساب میں ہے، آپ کا پہلا کام یہ تھا کہ آپ نے اس تلوار کو جو نوع انسانی کے سر پر لٹک رہی تھی اور کوئی گھڑی تھی کہ اس کے سر پر گر کر اس کا کام تمام کر دے اس تلوار کو ہٹا لیا اور اس کو وہ تحفے عطا کئے جنھوں نے اس کو نئی زندگی، نیا حوصلہ، نئی طاقت، نئی عزت، نئی منزل سفر عطا کی اور ان کی برکت سے انسانیت تہذیب و تمدن، علم و فن، روحانیت و اخلاص اور تعمیر انسانیت کا ایک نیا دور شروع ہوا ہم یہاں پر آپ کے اُن چند عطیوں کا ذکر کرتے ہیں جنھوں نے نوع انسانی کی ہدایت و اصلاح اور انسان کی تعمیر و ترقی میں بنیادی اور قائدانہ کردار ادا کیا جن کی بدولت ایک نئی دنیا وجود میں آئی۔

آپ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ آپ نے دنیا کو عقیدۂ توحید کی نعمت عطا فرمائی، اس سے زیادہ انقلاب انگیز، حیات بخش، عہد آفریں اور معجز نما عقیدہ، دنیا کو نہ پہلے کبھی ملا ہے اور قیامت تک کبھی مل سکتا ہے، یہ انسان جس کو شاعری فلسفہ اور سیاست میں بڑے بڑے دعوے ہیں اور جس نے قوموں اور ملکوں کو بارہا غلام بنایا، عناصر اربعہ پر اپنی حکومت چلائی، پتھر میں پھول کھلائے اور پہاڑوں کا جگر کاٹ کر دریا بہائے اور جس نے کبھی کبھی خدائی کا بھی دعویٰ کیا، یہ اپنے سے زیادہ کہیں مجبور و ذلیل، بے حس و حرکت، بے جان و مردہ اور بعض اوقات خود اپنی ساختہ پرداختہ چیزوں کے سامنے جھکتا تھا، ان سے ڈرتا اور ان کی خوشامد کرتا تھا، یہ پہاڑوں، دریاؤں، درختوں، جانوروں ارواح شیاطین اور مظاہر قدرت کے سامنے ہی نہیں، بلکہ کیڑوں مکوڑوں تک کے سامنے سجدہ ریز ہوتا تھا، اور اس کی پوری زندگی انہیں سے خوف و امید اور انہیں خطرات میں بسر ہوتی تھی، جس کا نتیجہ بزدلی، ذہنی انتشار وہم پرستی اور بے اعتمادی . . . آپ نے اس کو ایسے خالص آمیز، سہل الفہم . . . بخش عقیدۂ توحید کی تعلیم دی جس سے وہ خدا کے سوا جو خالق کائنات ہے، ہر ایک سے آزاد، نڈر اور بے فکر ہو گیا، ایک میں ایک نئی قوت، نیا حوصلہ، نئی شجاعت اور نئی وحدت پیدا ہوئی، اس نے صرف خدا کو کارساز حقیقی، حاجت روائے مطلق اور نافع و ضار، نفع پہونچانے والا اور نقصان پہونچانے والا سمجھنا شروع کیا، اس نئی دریافت اور یافت سے اس کی دنیا ہی بدل گئی، وہ ہر قسم کی غلامی و عبودیت اور ہر طرح کے بے جا خوف و رجا اور ہر طرح کے تشتت و انتشار سے محفوظ ہو گیا، اس کو کثرت میں وحدت نظر آنے لگی، وہ اپنے کو ساری مخلوق سے افضل، ساری دنیا کا سردار و منتظم اور صرف خدا کا محکوم اور فرمانبردار سمجھنے لگا، اس کا لازمی نتیجہ انسانی عظمت و شرف کا قیام تھا جس سے پوری دنیا محروم ہو چکی ہے۔

بعثت محمدی کے بعد ہر طرف سے اسی عقیدۂ توحید کی (جس سے زیادہ مظلوم و مجہول کوئی عقیدہ نہ تھا) صدائے بازگشت آنے لگی۔ دنیا کے سارے فلسفوں اور افکار و خیالات پر اس کا کم و بیش اثر پڑا، وہ بڑے بڑے مذاہب جن کے رگ و ریشہ میں شرک اور تعدد الٰہ (متعدد خداؤں اور معبودوں) کا عقیدہ رچ بس گیا تھا، کسی نہ کسی نے میں یہ اعلان کرنے پر مجبور ہوئے کہ خدا ایک ہے وہ اپنے مشرکانہ عقیدوں کی تاویل پر مجبور ہوئے، اور ان کی ایسی فلسفیانہ تشریح کرنے لگے جس سے ان پر شرک و بدعت پرستی کا الزام نہ آئے اور وہ اسلامی عقیدۂ توحید سے کچھ نہ کچھ ملتا ہوا نظر آئے۔ ان کو شرک کا اقرار کرنے میں شرم اور جھجک محسوس ہونے لگی اور سارے مشرکانہ نظام، فکر و اعتقاد، احساس کمتری — (Inferiority Complex) میں مبتلا ہوئے، انسانیت کا احسان اعظم یہ ہے کہ اس نے توحید کی نعمت دنیا کو عطا کی۔

آپ کا دوسرا انقلاب آفریں اور عظیم احسان وحدت انسانی کا وہ عظیم تصور ہے جو آپ نے دنیا کو عطا کیا، انسان قوموں اور برادریوں، ذات جاتی اور اعلیٰ ادنیٰ طبقوں میں بٹا ہوا تھا، اور ان کے درمیان انسانوں اور جانوروں، آقاؤں اور غلاموں، عبد و معبود کا سا فرق تھا، وحدت و مساوات کا کوئی تصور نہ تھا۔ آپ نے صدیوں کے بعد پہلی مرتبہ یہ انقلاب انگیز اور حیرت خیز اعلان فرمایا

"یٰایھا الناس ان ربکم واحد وان اباکم واحد کلکم لآدم و آدم من تراب ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم ولیس لعربی علی عجمی فضل الا بالتقویٰ"

(لوگو! تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پاکباز ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت نہیں، مگر تقویٰ کی بنا پر)۔

یہ وہ الفاظ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری حج میں ایک لاکھ چوبیس ہزار عظیم مجمع میں فرمائے تھے، ان میں دو وحدتوں کا اعلان فرمایا گیا ہے اور یہی وہ دو فطری مستحکم اور دائمی بنیادیں ہیں جن پر نسل انسانی کی حقیقی وحدت کا قصر تعمیر کیا جا سکتا ہے اور جس کے سائے کے نیچے انسان کو امن و سکون حاصل ہو سکتا ہے، اور وہ اشتراک عمل اور تعاون کے اصول پر انسانیت کی تعمیر نو کا کام انجام دے سکتا ہے، یہ دو وحدتیں کیا ہیں؟ ایک نوع انسانی کے خالق و صانع کی وحدت، اور ایک نسل انسانی کے بانی اور مورث کی وحدت اس طرح ہر انسان دوسرے انسان سے دوہرا رشتہ رکھتا ہے، ایک روحانی اور حقیقی طور پر، وہ یہ کہ سب انسانوں اور جہانوں کا رب ایک ہے اور دوسرا جسمانی اور ثانوی طور پر، وہ یہ کہ سب انسان ایک باپ کی اولاد ہیں اور دوسرے الفاظ میں توحید "رب" اور توحید "اب" کی تعلیم دی، جس کو مختصر الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے "الرب واحد" "والاب واحد" رب (پروردگار) بھی ایک ہے اور اب (والد بزرگوار) بھی ایک۔

جس وقت یہ اعلان کیا گیا تھا اس وقت دنیا اس کے سننے کے حال (موڈ) میں نہ تھی یہ اعلان اس وقت کی دنیا میں ایک زلزلہ سے کم نہ تھا، بعض چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو تدریجی طور پر قابل برداشت ہو جاتی ہیں، بجلی کا یہی حال ہے کہ اس کو پردوں میں رکھ کر چھو لیتے ہیں، لیکن بجلی کی عریاں لہر کو اگر کوئی چھو لے تو جسم میں اس کا کرنٹ دوڑ جاتا ہے اور اس کا کام تمام کر دیتا ہے آج علم و فہم اور فکر انسانی کے ارتقا کی ان منزلوں نے جو اسلام کی دعوت اسلامی معاشرے کے قیام، مصلحین اور داعیان اسلام کی کوششوں سے طے ہوئیں، اس انقلاب انگیز اور زلزلہ فگن اعلان کو روزمرہ کی حقیقت بنا دیا ہے اقوام متحدہ کے اسٹیج سے لے کر جس نے حقوق انسانی کا منشور (HUMAN RIGHTS-CHARTER) شائع کیا، ہر جمہوریہ اور ہر ادارہ کی طرف سے انسانی حقوق اور مساوات انسانی کا اعلان کیا جاتا ہے، اور کوئی اس کو سن کر تعجب نہیں ہوتا، لیکن ایک زمانہ تھا جب مختلف قوموں اور خاندانوں کے مافوق البشر ہونے کا عقیدہ قائم تھا اور بہت سی نسلوں اور خاندانوں کا نسب نامہ خدا سے اور سورج چاند سے ملایا جا رہا تھا۔ قرآن شریف نے یہودیوں اور عیسائیوں کا قول نقل کیا ہے کہ ہم خدا کی لاڈلی اور چہیتی اولاد کی طرح ہیں۔ "وقالت الیھود والنصاریٰ نحن ابناء اللہ واحباءہ" فراعنہ مصر اپنے کو سورج دیوتا کا اوتار کہتے تھے ہندوستان میں سورج بنسی اور چاند بنسی خاندان موجود تھے شاہان ایران کو جن کا لقب کسریٰ (خسرو) ہوا کرتا تھا ان کا دعویٰ تھا کہ ان کی رگوں میں خدائی خون ہے اہل ایران انہیں اسی نظر سے

دیکھتے تھے، ان کا اعتقاد تھا کہ ان کے بادشاہوں کے خمیر میں کوئی مقدس آسمانی چیز شامل ہے، کیانی سلسلہ کے آخری ایرانی شہنشاہ یزدگرد کا نام بتاتا ہے کہ وہ اور ایرانی ان کو خدا کا کس درجہ مقرب اور ہم نشین سمجھتے تھے۔

چینی اپنے شہنشاہ کو آسمان کا بیٹا تصور کرتے تھے، ان کا عقیدہ تھا کہ آسمان نر اور زمین مادہ ہے، ان دونوں کے اتصال سے کائنات کی تخلیق عمل میں آئی ہے، اور شہنشاہ خطا اول اس جوڑے کا پلوٹھا بیٹا ہے، عرب اپنے سوا ساری دنیا کو گونگا اور بے زبان (عجم) کہتے تھے، ان کا سب سے ممتاز قبیلہ قریش، عام عربوں سے بھی اپنے کو بالا و برتر سمجھتا تھا، اور اسی احساس برتری میں حج کے ایسے عمومی اجتماع میں بھی اپنی انفرادیت قائم رکھتا تھا، قرآن نے اس فضا اور ماحول میں اعلان کیا:۔

"یا ایھا الناس انا خلقناکم من ذکر و انثیٰ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم۔"

(لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو اور خدا کے نزدیک تم میں عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے)۔

اور قرآن کی ایک سورہ میں جو قرآن کا دیباچہ (فاتحہ) اور سب سے زیادہ پڑھی جانے والی سورہ ہے کہا گیا ہے:۔

"الحمد للہ رب العلمین" (سب تعریف اللہ کی ہے جو سارے جہانوں کا پروردگار ہے)۔

آپ کی رحمۃ للعالمینی کا تیسرا مظہر، اور نوع انسانی پر تیسرا احسان عظیم احترام انسانیت اور انسان کی قدر و قیمت کا وہ اسلامی تصور ہے، جو آپ کا عطیہ اور اسلام کا تحفہ ہے، اسلام کا ظہور جس زمانہ میں ہوا، اس زمانہ میں انسان سے زیادہ ذلیل کوئی نہیں تھا، انسانی وجود بالکل بے قیمت اور بے حقیقت ہو کر رہ گیا تھا، بعض اوقات پالتو جانور، بعض مقدس، حیوانات بعض درخت جن کے ساتھ بعض عقائد و روایات وابستہ ہو گئی تھیں، انسان سے کہیں زیادہ قیمتی، لائق احترام اور قابل حفاظت تھے، ان کے لئے بے تکلف انسانوں کی جانیں لی جا سکتی تھیں اور انسانوں کے خون اور گوشت کے چڑھاوے چڑھائے جا سکتے تھے، آج بھی بعض بڑے بڑے ترقی یافتہ ممالک میں اس کے نمونے دیکھے جا سکتے ہیں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کے دل و دماغ پر یہ نقش بٹھا دیا کہ انسان اس کائنات کا سب سے زیادہ قیمتی اور قابل احترام، لائق محبت اور مستحق حفاظت وجود ہے، آپ نے انسان کا پایہ ایسا بلند کیا کہ اس سے اوپر صرف خالق کائنات کی ہستی رہ جاتی ہے، قرآن نے اعلان کیا کہ وہ خلیفۃ اللہ (خدا کا نائب) ہے، ساری دنیا اور یہ سارا کارخانۂ عالم اسی کے لئے پیدا کیا گیا ہے،

"ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا" (بقرہ ۲۹)

(وہی ہے جس نے تمہارے لئے وہ سب کچھ پیدا کیا جو اس زمین میں ہے)۔

وہ اشرف المخلوقات اور اس بزم عالم کا صدر نشین ہے:۔

"ولقد کرمنا بنی آدم وحملناھم فی البر والبحر ورزقناھم من الطیبات وفضلناھم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلاً ہ"

(اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور ان کو جنگل اور دریا میں سواری اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی)

اس سے اس کی عزت افزائی اور اس کی اہمیت کا . . . . اعتراف کیا ہو سکتا ہے کہ صاف کہہ دیا کہ انسان خدا کا کنبہ ہے، اور خدا کو اپنے بندوں میں سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو اس کے کنبہ کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور اس کو آرام پہنچائے "الخلق عیال اللہ فاحب الخلق الی اللہ احسن الی عیالہ"

انسانیت کی بلندی اور خدا سے اس کے قرب و اختصاص کا اظہار اس سے زیادہ کیا ہو سکتا ہے، جو ایک حدیث قدسی میں کیا گیا ہے، فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کہے گا "اے فرزند آدم! میں بیمار ہوا تو مجھے دیکھنے نہیں آیا۔ بندہ کہے گا پروردگارا! میں تیری عیادت کیا کر سکتا ہوں تو تو رب العلمین ہے۔ ارشاد ہوگا، کیا تجھے معلوم نہیں ہوا میرا فلاں بندہ بیمار پڑ گیا تھا تو اس کی عیادت کو نہیں گیا، تجھے معلوم نہیں تھا کہ اگر تو اسکی عیادت کرتا تو تو مجھے اس کے پاس پاتا، پھر ارشاد ہوگا، اے فرزند آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں دیا، بندہ عرض کرے گا، پروردگار! میں تجھے کیسے کھانا کھلا سکتا ہوں تو تو رب العالمین ہے، ارشاد ہوگا، کیا تجھے اس کا علم نہیں ہوا کہ میرے فلاں بندہ نے تجھ سے کھانا مانگا، تو نے اسے نہیں کھلایا، کیا تجھے اس کی خبر نہ تھی کہ اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو تو اس کو میرے پاس پاتا، اے فرزند آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا تو نے مجھے نہیں پلایا، بندہ عرض کرے گا، اے رب! میں تجھے کیسے پانی پلا سکتا ہوں تو تو رب العلمین ہے؟ ارشاد ہوگا، تجھ سے میرے فلاں بندہ نے پانی طلب کیا تھا، تو نے اسے پانی نہیں دیا، تجھے اس کا پتہ نہیں چلا کہ اگر تو اس کو پانی پلاتا، تو اس کو میرے پاس پاتا" ایک سراپا توحید مذہب میں، کیا انسانیت کی بلندی اور انسانیت کی رفعت و محبوبیت کا اس سے بڑھ کر اعتراف و اعلان پایا جا سکتا ہے، اور کیا دنیا کے کسی مذہب و فلسفہ میں انسان کو یہ مقام دیا گیا ہے؟ آپ نے خدا کی رحمت و شفقت کے لئے انسانوں پر رحم و شفقت کو شرط اور اس کا سب سے بڑا ذریعہ بتایا اور فرمایا:۔

"الراحمون یرحمھم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السمآء"

(رحم کرنے والوں پر رحمٰن کی رحمت ہوتی ہے، اگر تم اہل زمین پر رحم کھاؤ گے تو وہ جو آسمان پر ہے، وہ تم پر رحمت نازل کرےگا)

آپ غور کیجئے وحدت انسانی کا نقش دلوں پر بیٹھانے اور احترام انسانیت کا یقین دلوں میں پیدا کرنے کے لئے جب یہ سعی بلیغ نہیں کی گئی تھی، اس وقت انسان کا کیا حال رہا ہوگا، ایک انسان کی ادنیٰ خواہش کی قیمت ہزاروں انسانوں سے زیادہ تھی، بادشاہ اٹھتے تھے اور ملکوں کے ملکوں کا صفایا کر دیتے تھے، سکندر اٹھا، اور جیسے کوئی کبڈی کھیلتا ہے، ہندوستان تک چلا آیا اور قوموں اور تہذیبوں کے چراغ گل کر دیئے۔ سیزر اٹھا اور انسانوں کا اس طرح شکار کھیلنا شروع کیا، جیسے جنگلی جانوروں کا شکار کھیلا جاتا ہے، آج ہمارے زمانے میں بھی دو دو عالمگیر جنگیں ہو گئیں، جنھوں نے لاکھوں انسانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اور یہ صرف قومی تکبر، سیاسی انانیت، اقتدار کی ہوس یا تجارتی منڈیوں پر قبضہ کرنے کے جذبہ کا نتیجہ تھا۔

اقبالؒ نے سچ کہا ہے ؎

ابھی تک آدمی صید زبون شہریاری ہے
قیامت ہے کہ انساں نوع انساں کا شکاری ہے

چوتھا انقلابی کارنامہ یہ ہے کہ بعثت محمدی کے وقت نوع انسانی کے اکثر افراد پر فطرت انسانی سے بدگمانی اور خدا کی رحمت سے مایوسی کی ایک عام فضا چھائی ہوئی تھی، اس ذہنی کیفیت کے پیدا کرنے میں ایشیا کے بعض قدیم مذاہب اور مشرق وسطیٰ اور یورپ کی تبدیل شدہ عیسائیت نے یکساں کردار ادا کیا تھا، ہندوستان کے قدیم مذاہب نے تناسخ "آواگون"، کے فلسفہ کے ذریعہ انسان کے ارادہ و اختیار کو مطلق دخل نہیں ہے اور جس کی رو سے ہر انسان کو اپنے پہلے جنم کے اعمال اور غلطیوں کی سزا بھگتنی ضروری ہے، اور عیسائیت نے انسان کے پیدائشی گنہگار ہونے اور اس کے لئے حضرت مسیحؑ کے کفارہ بننے کی ضرورت کے عقیدہ کے نتیجہ میں اس وقت کے متمدن دنیا کے لاکھوں، کروڑوں افراد کو جو ان مذاہب کے پیرو تھے، اپنی ذات سے بدگمانی اور اپنے مستقبل اور خدا کی رحمت سے مایوسی میں مبتلا کر دیا تھا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری طاقت و صفائی سے اعلان کیا کہ انسان کی فطرت ایک سادہ تختی کی مانند ہے، جس پر پہلے سے کوئی تحریر لکھی نہیں ہے، اس پر بہتر سے بہتر تحریر لکھی جا سکتی ہے، انسان اپنی زندگی کا خود آغاز کرتا ہے، اور اپنے اچھے یا برے عمل سے اپنی دنیا و عاقبت بناتا یا بگاڑتا ہے، وہ کسی دوسرے کے عمل کا جواب دہ یا ذمہ دار نہیں ہے، قرآن مجید نے بار بار اعلان کیا کہ آخرت میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھا سکے گا، اور یہ کہ اسکے حصے میں اس کی کوشش اور اس کے نتائج آنے والے ہیں، انسان کی کوشش کا نتیجہ ضرور ظاہر ہوگا، اور اس کو اس کا بھرپور بدلہ ملے گا،

الا تزر وازرۃ وزر اخریٰ ہ وان لیس للانسان الا ما سعیٰ ہ وان سعیہ سوف یریٰ ہ ثم یجزاہ الجزاء الاوفیٰ ہ (یہ کہ کوئی شخص دوسرے (کے گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا . . .

. . . اور یہ کہ انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور یہ کہ اسکی کوشش دیکھی جائے گی پھر اس کو اس کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا)

اس اعلان سے انسان کا اپنی فطرت اور اپنی فطری صلاحیتوں پر وہ اعتماد بحال ہو گیا جو بالکل متزلزل ہو گیا تھا، وہ نئے عزم و یقین اور نئے جوش و ولولہ کے ساتھ اپنی اور انسانیت کی تقدیر چمکانے اور اپنی قسمت اور قوت آزمانے کے لئے سرگرم سفر ہو گیا۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہوں، لغزشوں اور غلطیوں کو ایک عارضی حالت قرار دیا، جس میں انسان کبھی کبھی اپنی نادانی، کوتاہ نظری اور نفس و شیطان کی ترغیب سے مبتلا ہو جاتا ہے، صلاحیت، خیر پسندی اور اعتراف، قصور و ندامت، اس کی فطرت کا اصل تقاضہ اور انسانیت کا جوہر ہے، اپنی غلطی کا اعتراف کرنا، اس پر نادم ہونا، خدا کے سامنے رو دھو کر اپنے قصور کو معاف کرا لینا، اور آئندہ ایسی غلطی نہ کرنے کا عزم کرنا، انسان کی شرافت اور آدم کی میراث ہے، آپ نے دنیا کے مایوس و دل شکستہ اور گناہوں کے دلدل میں گلے گلے ڈوبے ہوئے انسانوں پر توبہ کا ایسا دروازہ کھولا، اور اس کی اس زور و شور سے تبلیغ فرمائی کہ آپ کو اس شعبہ کا دوبارہ زندہ کرنے والا کہنا صحیح ہوگا، اسی بنا پر آپ کے ناموں میں سے ایک نام "نبی التوبہ" (توبہ کا پیغمبر اور پیغامبر) بھی ہے، آپ نے توبہ کو ایک مجبوری کی بات اور تلافیٔ مافات کے طور پر پیش نہیں کیا بلکہ آپ نے اس کے فضائل بیان کئے اور اس کا مرتبہ اتنا بلند کیا کہ وہ اعلیٰ درجہ کی عبادت اور خدا کے قرب اور اس کی محبوبیت کا ایسا ذریعہ بن گیا کہ اس پر بڑے بڑے معصوم صفت اور ناکردہ گناہ عابدوں اور زاہدوں کو رشک آنے لگے۔

قرآن مجید نے اس طرح رحمت کی وسعت ہر گنہ گار کے توبہ کر سکنے اور بڑے سے بڑے گناہ سے پاک و صاف ہو جانے کے امکان کو اس دل کش اور دل نواز انداز میں بیان کیا اور گنہ گار بندوں اور نفس و شیطان کے زخم خوردہ انسانوں کو اس طرح خدا کے دامن رحمت میں پناہ لینے کی منادی کی اور اسکے دریائے رحمت کے جوش و تلاطم کو اس انداز میں بیان کیا کہ یہ محسوس ہونے لگا کہ وہ مطلوب سے زیادہ طالب اور گنہ گار بندوں کے حق میں نہ صرف حلیم و رحیم اور فیاض و کریم ہے بلکہ (اگر یہ کہنا صحیح ہو تو) ان کا منتظر و مشتاق اور ان کا سچا قدر دان ہے، قرآن مجید کے ان الفاظ کو پڑھئے اور لطف و شفقت کا انداز کیجئے جو اس کے لفظ لفظ سے ٹپکتی ہے۔

قل یا عبادی الذین اسرفوا علیٰ انفسھم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ط ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا انہ ھو الغفور الرحیم ہ (الزمر ۵۳)

(کہہ دیجئے! اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنے حق میں زیادتی کی ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں، بیشک اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دیتا ہے، بیشک وہ بڑا بخشنے والا اور بڑا رحم کرنے والا ہے)

ایک دوسری آیت میں گنہ گار اور خطا کار انسانوں کے تذکرے اور سیاق و سباق میں نہیں بلکہ بلند ہمت، نیکو سیرت اور جنتی انسانوں کے سلسلے میں اور سیاق و سباق میں گناہوں سے توبہ کرنے والوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:۔

وسارعوا الیٰ مغفرۃ من ربکم وجنۃ عرضھا السمٰوٰت والارض لا اعدت للمتقین ہ الذین ینفقون فی السرآء والضرآء والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ط واللہ یحب المحسنین ہ والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموآ انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم قف ومن یغفر الذنوب الا اللہ قف ولم یصروا علیٰ ما فعلوا وھم یعلمون ہ اولئک جزاءھم مغفرۃ من ربھم وجنات تجری من تحتھا الانھار خالدین فیھا ط ونعم اجر العاملین

(آل عمران ۱۳۳-۱۳۶)

(اور اپنے پروردگار کی بخشش اور بہشت کی طرف لپکو جس کا عرض آسمانوں اور زمین کے برابر ہے اور جو (خدا سے) ڈرنے والوں کے لئے تیار کی گئی ہے، جو آسودگی اور تنگی میں (اپنا مال خدا کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں، اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور کو معاف کرتے ہیں۔ اور خدا نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے، اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھے ہیں تو خدا کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور خدا کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے ایسے لوگوں کا صلہ پروردگار کی طرف سے بخشش اور باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں (اور) وہ ان میں ہمیشہ بستے رہیں گے اور اچھے کام کرنے والوں کا بدلہ بہت اچھا ہے)۔

اس سے بھی آگے بڑھ کر باعمل اور نیک سیرت بندوں کے مختلف طبقوں کا ذکر کرتے ہوئے اس نورانی فہرست کا افتتاح عابدوں، زاہدوں کے بجائے "تائبوں" سے فرمایا گیا، قرآن مجید کی اس سورہ کی (جس کا نام ہی سورہ توبہ ہے) آیت ہے:۔

التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ وبشر المؤمنین ہ (التوبہ ۱۱۲)

(توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، بے تعلق رہنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیک کاموں کا امر کرنے والے اور بری باتوں سے منع کرنے والے، خدا کی حدود کی حفاظت کرنے والے (یہی مومن لوگ ہیں) اور (اے پیغمبر) مومنوں کو (بہشت کی) خوشخبری سنا دو)

اس اعزاز اور اظہار اعتماد کی ایک روشن مثال یہ ہے کہ جب قرآن مجید کی زبان سے ان تین صحابیوں کی توبہ کی قبولیت کا اعلان کیا گیا، جو غزوۂ تبوک کے نازک اور اہم موقع پر (جس میں شرکت نہایت ضروری تھی) بغیر کسی معقول عذر کے مدینہ میں رہ کر شدید کوتاہی کے مرتکب ہوئے تھے تو ان کا ذکر کرنے سے پہلے خود پیغمبر اور مہاجرین و انصار کا ذکر کیا گیا، جن سے اس موقع پر کسی کوتاہی کا صدور نہیں ہوا تھا، تاکہ ان تین پیچھے رہ جانے والوں کو اپنی تنہائی اور پسماندگی کا احساس نہ ہو، اور وہ احساس کمتری، اور انگشت نمائی کے ہر داغ سے بری ہو جائیں، اور اصل گروہ ہی صادقین اولین اور مہاجرین و انصار کے صف اول کے لوگ ہیں، توبہ کی قبولیت ہی کی مقبولیت اور نفسانی طور پر دلنوازی اور چارہ سازی کی اس سے زیادہ لطیف اور دقیق مثال ادیان و مذاہب اور علم الاخلاق اور علم النفس کی تاریخ میں ملنی مشکل ہے، اسی سورہ توبہ میں ارشاد ہوا ہے:۔

لقد تاب اللہ علی النبی والمھاجرین والانصار الذین اتبعوہ فی ساعۃ العسرۃ من بعد ما کاد یزیغ قلوب فریق منھم ثم تاب علیھم ط انہ بھم رؤوف رحیم ہ وعلی الثلثۃ الذین خلفوا ط حتیٰ اذا ضاقت علیھم الارض بما رحبت وضاقت علیھم انفسھم وظنوا ان لا ملجا من اللہ الا الیہ ط ثم تاب علیھم لیتوبوا ط ان اللہ ھو التواب الرحیم ہ

(التوبہ ۱۱۷-۱۱۸)

(بیشک خدا نے پیغمبر پر مہربانی کی اور مہاجرین و انصار پر جو باوجود اس کے کہ ان میں بعضوں کے دل پھر جانے کو تھے مشکل کی گھڑی میں پیغمبر کے ساتھ رہے، پھر خدا نے ان پر مہربانی فرمائی، بیشک وہ ان پر نہایت شفقت کرنے والا (اور) مہربان ہے اور تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے ان پر تنگ ہو گئی اور ان کی جانیں بھی ان پر دو بھر ہو گئیں اور انہوں نے جان لیا کہ خدا (کے ہاتھ) سے خود اس کے سوا کوئی پناہ نہیں ہے، پھر خدا نے ان پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں، بیشک خدا توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے)۔

اس کے علاوہ ایک اصول کے طور پر اس کا اعلان کیا کہ رحمت الٰہی ہر چیز پر حاوی اور غضب و جلال پر غالب ہے، قرآن مجید میں ہے:۔

ورحمتی وسعت کل شیء (اعراف ۱۵۶)

(میری رحمت ہر چیز پر حاوی اور محیط ہے)۔

اور حدیث قدسی میں ہے:۔

ان رحمتی سبقت غضبی (الحدیث)

(میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے)۔

پھر اس نے مایوسی کو بھی کفر کا، اور جہالت و گمراہی کا مرادف قرار دیا ہے، قرآن مجید میں ایک جگہ ایک پیغمبر (حضرت یعقوبؑ) کی زبان سے کہلوایا گیا ہے:۔

انہ لا ییئس من روح اللہ الا القوم الکافرون ہ (یوسف ۸۷)

(اللہ کی رحمت سے وہی لوگ مایوس ہو سکتے ہیں جو خدا کے منکر اور اسکی ذات و

صفات سے نا آشنا ہیں)۔

دوسری جگہ ایک دوسرے جلیل القدر پیغمبر (حضرت ابراہیمؑ) کا قول نقل کیا گیا ہے:۔

ومن یقنط من رحمۃ ربہ الا الضالون ۰ (اپنے رب کی رحمت سے گمراہی کے سوا کون مایوس ہو سکتا ہے)۔

اس طرح محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے توبہ کی فضیلت و ترغیب اور خدا کی رحمت کی وسعت و شمولیت کا اعلان و تبلیغ کر کے یاس و قنوط کی ماری ہوئی اور غضب و جلال کے اعلانات و تفصیلات سے (جن میں یہودی علماء اور شارحین کتب مقدسہ اور قرون وسطیٰ اور فطرت دشمن عیسائی زاہدوں اور پادریوں نے اہم کردار ادا کیا تھا) ڈری اور سہمی ہوئی انسانیت کو نئی زندگی کا پیغام دیا، اس کے تن مردہ اور دل افسردہ میں نئی روح پھونکی، اسکے زخموں پر مرہم رکھا، اور اس خاک مذلت سے اٹھا کر عزت و شرف، خود اعتمادی اور خدا اعتمادی کے بام عروج پر پہونچایا۔

نبوت محمدیؐ کا پانچواں عظیم و ناقابل فراموش احسان اور ایک گراں قدر تحفہ، دین و دنیا کی وحدت کا تصور اور یہ انقلاب انگیز تلقین ہے کہ یہ کوئی حقیقی اختلاف نہیں، محض اصطلاح کا اختلاف ہے، اور قدیم درسی زبان میں "نزاع لفظی" ہے۔ انسان کے اعمال و اخلاق اور ان سے پیدا ہونے والے نتائج کا اصل انحصار، انسان کی ذہنی کیفیت، عمل کے محرکات اور اس کے مقصد پر ہے، جس کو اسلام کے دین و شریعت کی زبان میں "نیت" کے ایک مفرد و سادہ لیکن نہایت بلیغ و عمیق لفظ میں ادا کیا گیا ہے۔ اس کے نزدیک نہ کوئی چیز "دنیا" ہے اور نہ کوئی چیز "دین"، اس کے نزدیک خدا کی رضا کی طلب، اخلاص اور اس کے حکم کی تعمیل کے جذبہ و ارادہ سے بڑے سے بڑا دنیاوی عمل، یہاں تک حکومت، جنگ دنیاوی نعمتوں سے تمتع، نفس کے تقاضوں کی تکمیل، حصول معاش کی جدوجہد، جائز تفریح طبع کا سامان، ازدواجی و عائلی زندگی سب اعلیٰ درجہ کی عبادت، تقرب الی اللہ کا ذریعہ، اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب ولایت تک پہونچنے کا وسیلہ اور خالص دین بن جاتی ہے، اس کے برخلاف بڑی سے بڑی عبادت اور دینی کام جو رضائے الٰہی کے مقصد اور اطاعت کے جذبہ سے خالی ہو (حتیٰ کہ فرض عبادتیں، ہجرت و جہاد، قربانی و سرفروشی اور ذکر و تسبیح) خالص دنیا اور ایسا عمل شمار ہوگا جس پر کوئی ثواب اور اجر نہیں ہے۔

قدیم مذاہب نے زندگی کو دو خانوں میں (دین و دنیا) تقسیم اور دنیا کو دو کیمپوں (اہل دین اور اہل دنیا) میں بانٹ دیا تھا جو نہ صرف یہ کہ ایک دوسرے سے جدا تھے اور ان کے درمیان ایک موٹی سرحدی لکیر اور ایک وسیع خلیج حائل تھی بلکہ یہ دونوں خانے ایک دوسرے سے متصادم اور یہ دونوں کیمپ باہم متحارب تھے، ان کے نزدیک دین و دنیا میں کھلا تضاد اور شدید رقابت تھی، جس کو ان میں سے کسی ایک سے رسم و راہ پیدا کرنی ہو، اس کو دوسرے سے قطع تعلق اور اعلان جنگ کرنا ضروری تھا، کوئی انسان ایک وقت میں ان دونوں کشتیوں پر سوار نہیں ہو سکتا تھا، معاشی جدوجہد، غفلت و خدا فراموشی کے بغیر حکومت و سلطنت، دینی و اخلاقی تعلیمات کو نظر انداز کئے اور خوف خدا سے خالی ہوئے بغیر، اور دیندار بننا، تارک الدنیا ہوئے بغیر متصور ہی نہیں تھا، ظاہر ہے کہ انسان عام طور پر سہولت پسند اور لذت پرست واقع ہوا ہے، دین کا ایسا تصور جس میں دنیا کی کسی جائز تمتع، ترقی اور سربلندی، طاقت و حکومت کے حصول کی گنجائش نہ ہو، انسانوں کی اکثریت کے لئے قابل قبول اور قابل برداشت نہیں، نتیجہ یہ ہوا کہ دنیا کے متمدن، ذہین، صاحب صلاحیت اور باعمل انسانوں کی ایک بڑی تعداد نے اپنے لئے "دین" کے بجائے "دنیا" کا انتخاب کیا، اور اس نے اسی پر خود کو مطمئن و راضی کر لیا، وہ ہر قسم کی دینی ترقی سے مایوس ہو کر دنیا کے حصول اور اسکی ترقی میں مشغول ہو گئی، دین و دنیا کے اس تضاد کو ایک مذہبی اور مسلم حقیقت سمجھ کر انسانوں کے مختلف طبقوں اور انسانی اداروں نے عام طور پر مذہب کو خیرباد کہا۔ سیاست و ریاست نے مذہب کے نمائندہ کلیسا سے بغاوت کی اور اپنے کو اس کی ہر پابندی سے آزاد کر لیا، انسان "فیل بے زنجیر" اور "شتر بے مہار" ہو کر رہ گیا، دین و دنیا کی اس دوئی اور اہل دین اور اہل دنیا کی اس رقابت نے نہ صرف یہ کہ مذہب و اخلاق کے اثر کو محدود و کمزور اور انسانی زندگی اور انسانی معاشرہ کو اس کی برکت و رحمت سے محروم کر دیا، بلکہ اس الحاد و لادینیت کا دروازہ کھولا، جس کا سب سے پہلے یورپ شکار ہوا، پھر دنیا کی دوسری قومیں جو یورپ کے فکری، علمی یا سیاسی اقتدار کے زیر اثر آئیں، اس سے کم و بیش متاثر ہوئیں، موجودہ دنیا کی صورت حال جس میں مذہب و اخلاق کا زوال اور نفس پرستی (اپنے وسیع معنی میں) اپنے آخری نقطہ پر پہونچ گئی ہے، اسی دنیا و دنیا کی تفریق کا نتیجہ ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عظیم ترین معجزہ اور انسانیت کے لئے عظیم ترین تحفہ اور آپ کی رحمۃ للعالمینی کا مظہر ہے کہ آپ کامل طور پر رسول وحدت ہیں، اور بیک وقت "بشیر" و "نذیر" ہیں، آپ نے دین و دنیا کے تضاد کے نظریہ کو ختم کر کے پوری زندگی کو عبادت میں اور پورے روئے زمین کو ایک وسیع عبادت گاہ میں تبدیل کر دیا، دنیا کے انسانوں کو متحارب کیمپوں سے نکال کر حسن عمل، خدمت اور حصول رضائے الٰہی کے ایک ہی محاذ پر کھڑا کر دیا، یہاں لباس دنیا میں درویش، قبا رشاہی میں فقیر و زاہد، سیف و تسبیح کے جامع، رات کے عبادت گذار اور دن کے شہسوار نظر آئیں گے، اور ان کو اس میں کسی قسم کا تضاد محسوس نہیں ہوگا۔

چھٹا انقلاب یہ ہے کہ بعثت محمدی سے پہلے انسان اپنی منزل مقصود سے بیخبر تھا، اس کو یاد نہیں رہا تھا کہ اس کو کہاں جانا ہے؟ اس کی صلاحیتوں کا اصل میدان اور اس کی کوششوں کا اصل نشانہ کیا ہے؟ انسان نے کچھ موہوم منزلیں اور اپنی کوششوں کے لئے کچھ چھوٹے چھوٹے دائرے بنا لئے تھے، ان میں انسانوں کی ذہانت اور قوت عمل صرف ہو رہی تھی، کامیاب اور بڑا انسان بننے کا مطلب صرف یہ تھا . . . . .

. . . . .

. . . . .

. . کہ میں دولت مند بن جاؤں طاقتور اور حاکم بن جاؤں، وسیع سے وسیع رقبۂ زمین اور کثیر سے کثیر انسانی نفوس پر میری حکمرانی اور فرماں روائی قائم ہو جائے، لاکھوں آدمی ایسے تھے، جن کا پرواز تخیل، نقش و نگار، رنگ و آہنگ، لذت و ذائقہ اور بلبل و طاؤس یا چوپایہ و حیوان کی تقلید سے بلند نہیں ہوتا تھا، ہزاروں انسان ایسے تھے جن کی ساری ذہانت اپنے زمانہ کے دولت مندوں اور طاقتوروں اور سرکار دربار خدمت و خوشامد یا بے مقصد ادب و شاعری سے دل خوش کرنے میں صرف ہو رہی تھی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نسل انسانی کے سامنے اس کی حقیقی منزل لا کر کھڑی کر دی، آپ نے یہ بات دل پر نقش کر دی کہ خالق کائنات کی صحیح معرفت، اس کی ذات و صفات اور اس کی قدرت و حکمت کا صحیح علم ملکوت السمٰوٰت والارض کی وسعت و عظمت اور لا محدودیت کی دریافت، ایمان و یقین کا حصول، خدا کی محبت و محبوبیت، اس کو راضی کرنا، اور اس سے راضی ہو جانا، اس کثرت میں وحدت کی تلاش اور یافت؛ انسان کی حقیقی سعادت اور کمال آدمیت ہے، اپنی باطنی قوتوں کو ترقی دینا، ایمان و یقین کی دولت سے مالا مال ہونا، انسانوں کی خدمت اور ایثار و قربانی کے ذریعے خدا کی خوشنودی کا حاصل کرنا، اور کمال و ترقی کے ان اعلیٰ مدارج تک پہونچ جانا، جہاں فرشتے بھی نہیں پہونچ سکتے، انسان کی کوششوں کا حقیقی میدان ہے۔

آپ کی بعثت کے بعد دنیا کی رت بدل گئی، انسان کے مزاج بدل گئے، دلوں میں خدا کی محبت کا شعلہ بھڑکا، خدا طلبی کا ذوق عام ہوا، انسانوں کو ایک نئی دھن (خدا کو راضی کرنے اور خدا کی مخلوق کو خدا سے ملانے اور اس کو نفع پہنچانے کی) لگ گئی، جس طرح بہار یا برسات کے موسم میں زمین روئیدگی، سوکھی ٹہنیوں اور پتیوں میں شادابی اور ہریالی پیدا ہو جاتی ہے، نئی نئی کونپلیں نکلنے لگتی ہیں اور در و دیوار پر سبزہ اگنے لگتا ہے، اسی طرح بعثت کے بعد قلوب میں نئی حرارت، دماغوں میں نیا جذبہ اور سروں میں نیا سودا سما گیا۔ کروڑوں انسان اپنی حقیقی منزل مقصود کی تلاش اور اس پر پہنچنے کے لئے نکل کھڑے ہوئے، ہر ملک و قوم میں طبیعتوں میں یہی نشہ اور ہر طبقہ میں اسی میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کا یہی جذبہ موجزن نظر آتا ہے، عرب و عجم، مصر و شام ترکستان اور ایران، عراق و خراسان، شمالی افریقہ اور اسپین اور بالآخر ہمارا ملک ہندوستان

(بقیہ ص ۱۳ پر)

مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی

قرآن مجید کا مطالعہ

کیوں ــــ؟ اور کیسے ــــ؟

یقین مانئے عربی زبان اتنی مشکل نہیں ہے جتنا کہ اسے مشہور کیا گیا ہے، اپنی فرصت کا بہت تھوڑا سا وقت صرف کر کے چند دنوں میں آپ اتنی عربی سیکھ سکتے ہیں کہ اسکی مدد سے اللہ تعالیٰ کے اصل الفاظ میں اس کا کلام پڑھنے اور سیکھنے کی صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے، یہ میں محض ظن و تخمین سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ پچیس برس کے وسیع تجربہ کے بعد کہہ رہا ہوں۔ صرف تھوڑی سی ہمت اور ذرا سے وقت کی ضرورت ہے۔ پھر آپ خود دیکھ لیں گے کہ عربی کتنی آسان ہے اور کلام الٰہی کی فہم کی راہیں کس آسانی کے ساتھ کھل جاتی ہیں۔

ہم مسلمان ہیں، کلمۂ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ہماری گھٹی میں پڑا ہے، جب سے ہم نے ہوش سنبھالا یہ کلمہ سن رہے اور زبان سے کہہ رہے ہیں، یہ کلمہ در اصل ایک بہت بڑا عہد ہے، ہم یہ کلمہ کہہ کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں، زیادہ واضح الفاظ میں یوں سمجھئے کہ یہ کلمہ کہہ کر ہم یہ عزم کرتے ہیں کہ اپنی ساری زندگی اللہ اور اس کے رسول کے سپرد کر دیں گے ہمارے تمام کام رضائے الٰہی کے تابع اور سنت نبوی کے مطابق ہوں گے۔

جب ہم یہ ارادہ کر چکے تو اب احکام الٰہی سے واقفیت ہم پر فرض اور سنت نبوی سے آگاہی ہم پر لازم ہے اس سلسلہ میں سب سے پہلے قرآن مجید کے معانی و مطالب سے واقف ہونا ضروری ہے، قرآن مجید ہمارے دین کی بنیاد ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی اور اپنے احکام سے اسی کے ذریعے ہمیں باخبر کیا ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے الفاظ میں ہمارے لئے زندگی کا دستور العمل اور نامۂ ہدایت ہے، یہ جس طرح نازل ہوا، اسی طرح آج تک بے کم و کاست ہمارے سامنے موجود ہے۔ امتداد زمانہ سے دوسری کتابوں کا جو حشر ہوا وہ سب کو معلوم ہے، روئے زمین پر صرف قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جس میں ایک شوشہ کا فرق نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت اپنے ذمہ لے لی تھی اور کہہ دیا تھا کہ: "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون"۔ (ہم نے یہ ذکر (قرآن) نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ و نگہبان ہیں)۔

کلام الٰہی کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات اور ارشادات سے واقفیت بھی ضروری ہے۔ چونکہ آپ پیغام الٰہی کے حامل تھے آپ پر مرضی الٰہی منکشف ہوئی تھی، آپ ہی کے ذریعے اللہ کی کتاب ہم تک پہونچی اور دنیا احکام الٰہی سے باخبر ہوئی آپ کلام الٰہی کے براہ راست مخاطب تھے اس لئے آپ منشائے ایزدی سے بخوبی واقف تھے اور یقینی طور پر جانتے تھے کہ آیات الٰہی کا صحیح مطلب کیا ہے، آپ لوگوں کو سناتے بھی تھے اور ان کی تشریح و توضیح بھی کرتے تھے اور پھر عمل کر کے دکھا بھی دیتے تھے تاکہ کسی کو قرآن مجید کی تعلیمات کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے میں کوئی دشواری نہ پیش آئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تلاوت آیات ہی پر مامور نہیں کیا تھا بلکہ اس کے ساتھ کتاب و حکمت کی تعلیم اور تزکیۂ نفوس کی ذمہ داری بھی سپرد کی تھی: "ھو الذی بعث فی الامیین رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتاب والحکمۃ"۔ (وہ خدا وہی ہے جو ان پڑھوں اور ناواقفوں کے درمیان انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان کے سامنے اس کی آیتیں پڑھتا ہے، انہیں پاک کرتا ہے، اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے)۔

تفصیل بالا آیت سے ظاہر ہے کہ قرآن مجید کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات و ارشادات سے واقفیت کس قدر ضروری ہے، جب تک آپ کی سیرت کے ایک ایک پہلو پر نظر نہ ہوگی اور آپ کی زندگی کے واقعات پوری تفصیل کے ساتھ ذہن میں نہ ہوں گے۔ قرآن مجید کو پورے طور پر سمجھنا ناممکن ہے۔

سیرت نبوی سے واقفیت کے ساتھ ساتھ یہ بھی بیحد ضروری ہے کہ ان بزرگوں کے حالات اقوال و اعمال عادات و اطوار اور طرز زندگی سے بھی آگاہی ہو جو قرآن مجید کے اولین مخاطب تھے جن کو صاحب قرآن علیہ السلام والتسلیم کی خدمت میں حاضری کی سعادت ملی تھی اور جنھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ سے براہ راست استفادہ کا شرف حاصل تھا، درحقیقت صحابہ کرام قرآن مجید کی چلتی پھرتی تفسیر تھے۔ ان کی زندگی میں تعلیمات قرآنی متحرک نظر آتی تھیں، اس لئے جو شخص اسلامی زندگی کا وسیع پیمانہ پر مطالعہ کرنا چاہتا ہے اور زندگی کے مختلف مسائل میں قرآنی ہدایت کو منطبق کرنا چاہتا ہے اس کے لئے صحابہ کرام کی سیرتوں کا تفصیلی مطالعہ ناگزیر ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی اور القاء ربانی سے مطلع ہو کر اپنی زندگی منشائے ایزدی کے مطابق ڈھالی تھی اور صحابہ کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور آپ کی تعلیمات کی روشنی میں قرآنی احکام کو سمجھا تھا اور اسی کے مطابق اپنی زندگی کا نقشہ مرتب کیا تھا جس طرح سیرت نبوی سے الگ ہو کر قرآنی احکام کو سمجھنا اور اس پر عمل کرنا دشوار ہے اسی طرح صحابہ کرام کے حالات زندگی سے بے خبر رہ کر منشائے نبوت سمجھنا مشکل ہے ایسا کرنے میں قدم قدم پر غلط فہمیوں اور گمراہیوں کا اندیشہ ہے تاریخ اسلام شاہد ہے کہ جن لوگوں نے ایسی کوشش کی وہ کجروی اور گمراہی میں ایسے مبتلا ہوئے کہ پھر کبھی اس سے نکلنا نصیب نہ ہوا، ایسے اشخاص اور جماعتوں کی داستان بڑی ہی افسوسناک و عبرت انگیز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ کو نوع انسانی کے لئے نمونۂ عمل بنایا تھا، (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) صحابہ کرامؓ کے سامنے یہ نمونۂ عمل موجود تھا، انہوں نے حضور کو دیکھا آپکے ساتھ رہے آپ کی زبان مبارک سے قرآن مجید کی آیتیں سنیں، ان کے معانی و مطالب سے واقف ہوئے پھر آپ کی رفاقت میں رہ کر زندگی کے ہر قسم کے نشیب و فراز سے گذرے، آپ کی صحبت میں رہ کر منشائے الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنے کا سلیقہ سیکھا اور ہر مسئلہ میں آیات الٰہی کے انطباق کی صلاحیت پیدا کی۔

لوگوں کو حیرت ہوتی ہے کہ عرب کے گلہ بانوں نے کس طرح خوش اسلوبی کیساتھ عالم کی پاسبانی کے فرائض انجام دیئے اور اونٹوں کے چرواہوں نے کس طرح ایسی مہارت پیدا کر لی کہ اقوام عالم کی باگ بے جھجک ہاتھ میں لے لی، بے شبہ یہ تاریخ کا حیرت انگیز واقعہ ہے ایسا حیرت انگیز جسکی نظیر سے دنیا کی پوری تاریخ خالی ہے لیکن حال سے جو واقف ہیں ان کے لئے کوئی محل تعجب اور باعث حیرت نہیں ہے جو اصحاب منشائے ایزدی سے واقف ہو چکے تھے جن کی نظر کے سامنے وحی الٰہی کے مطالعہ نے رازہائے کائنات بے نقاب کر دیئے تھے جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر رب العالمین کے احکام و ہدایات سے باخبر ہو چکے تھے جو زندگی کے پیچیدہ اور دشوار گذار راستوں میں شمع نبوت سے اکتساب انوار کی صلاحیت پیدا کر چکے تھے ان کے لئے یہ کانٹے کیا مشکل تھے علم الٰہی جن کی رہنمائی کر رہا ہو اور شمع نبوت کا اجالا جنکے سامنے راہ عمل نمایاں کر رہا ہو انکے لئے راہ کی پیچیدگیاں اور جادۂ عمل کی دشوار گذاریاں کیا حقیقت رکھتی ہیں۔

اوپر کی سطور سے یہ بات واضح ہے کہ کتاب اللہ کیساتھ سیرت نبوی اور سیر صحابہ سے واقفیت مسلمانوں کے لئے بیحد ضروری ہے، اس سے ناواقفیت گمراہی اور کجروی کا باعث ہے۔ قرآن مجید کے ترجمے اور تفسیریں دنیا کی تمام اہم زبانوں میں موجود ہیں یہی حال سیرت نبوی اور سیر الصحابہ کا ہے۔ اس موضوع پر چھوٹی بڑی بہت سی کتابیں دستیاب ہو سکتی ہیں، حدیث پاک و فقہ کی مستند کتابوں کے ترجمے بھی شائع ہو چکے ہیں، اسطرح لوگوں کے لئے آسانی کے ساتھ یہ ممکن ہے کہ وہ سیرت نبوی اور صحابہ کرام کے حالات سے باخبر ہو سکیں اور منشائے ربانی کے مطابق اپنی زندگی ڈھال سکیں۔

لیکن یہ خوب سمجھ لینا چاہیئے کہ ترجمے بہر حال ترجمے ہیں وہ اصل کا درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ مترجم خواہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو وہ بہر حال ایک انسان ہے اور انسان کا علم محدود اور اسکی نظر محدود ہوتی ہے وہ زمان و مکان کے دائروں سے باہر نہیں جا سکتا ہے انتہائی دور بینی اور وسعت نظری کے باوجود ایک حد کے آگے نہیں دیکھ سکتا ہے اسکا علم ایک منزل تک پہونچ کر رک جاتا ہے اسلئے لائق سے لائق مترجم اور قابل سے قابل مفسر کا ترجمہ اور تفسیر کلام الٰہی اور ارشاد نبوی کی وسعتوں اور لطافتوں کا احاطہ نہیں کر سکتا وہ اپنے زمانہ کے حالات، خیالات افکار اور نظریات سے کچھ نہ کچھ ضرور متاثر ہوتا ہے اور صرف تفسیر و تشریح ہی میں نہیں بلکہ ترجمے کے اندر بھی اسکے ذہنی تاثرات کی جھلک آ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ انکی تحریریں بس اس زمانہ تک مقبول رہتی ہیں جب تک کہ خیالات کی وہ رو جاری رہتی ہے جن کا اثر مترجم یا مفسر کے ذہن پر ہے۔

قرآن مجید احادیث پاک اور سیر الصحابہ کے مطالعہ کا بہترین طریقہ یہی ہے کہ مترجم و شارح کے واسطہ کے بغیر جہاں تک ممکن ہو ان کا مطالعہ کیا جائے، الفاظ کی ساخت اور ان کی ترتیب اور جملوں کے تعلق پر غور کیا جائے، الفاظ کی وسعت گہرائی اور ابدیت کو اپنے محدود علم و تجربہ کے حدود میں محصور نہ سمجھا جائے اس طرح آپ کو ہر مرتبہ تلاوت میں ایک کیف حاصل ہوگا، مطالعہ کے نئے نئے پہلو نظر کے سامنے آتے رہیں گے اور آپ پکار اٹھیں گے "لا تنقضی عجائبہ" اس کتاب کے عجائب کبھی ختم نہ ہوں گے۔

شاید اس موقع پر عربی زبان کا شبہ و آفاق اشکال آپکے سامنے پہاڑ بن کر کھڑا ہو جائے اور آپ خواہش کے باوجود عربی زبان کو سیکھ کر اسکے ذریعہ کلام ربانی کے مطالعہ کے تصور سے گھبرا ئیں، لیکن یقین مانئے عربی زبان اتنی مشکل نہیں ہے جتنا کہ اسے مشہور کیا گیا ہے، اپنی فرصت کا بہت تھوڑا سا وقت صرف کر کے چند دنوں میں آپ اتنی عربی سیکھ سکتے ہیں کہ اس کی مدد سے اللہ تعالیٰ کے اصل الفاظ میں اس کا کلام پڑھنے اور سیکھنے کی صلاحیت پیدا ہو سکتی ہے، یہ میں محض ظن و تخمین سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ پچیس برس کے وسیع تجربہ کے بعد کہہ رہا ہوں، صرف تھوڑی سی ہمت اور ذرا سے وقت کی ضرورت ہے۔ پھر آپ خود دیکھ لیں گے کہ عربی کتنی آسان ہے اور کلام الٰہی کی فہم کی راہیں کس آسانی کے ساتھ کھل جاتی ہیں۔

کلام خیر الانامؐ

حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سات تباہ کن گناہوں سے بچو: لوگوں نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سے گناہ ہیں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:۔

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا (۲) جادو کرنا (۳) ناحق کسی آدمی کو مار ڈالنا (۴) سود کھانا (۵) یتیم کا مال ہڑپ کرنا۔ (۶) میدان جہاد سے بھاگ جانا (۷) اور مومن بھولی بھالی پاکدامن عورتوں کو بدکاری کی تہمت لگانا۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی)

حضرت معاذؓ فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ کر تھوڑی دور چلے پھر فرمایا کہ اے معاذ! میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ:۔

(۱) اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھنا (۲) سچ بولنا (۳) عہد کو پورا کرنا (۴) امانت کو ٹھیک ٹھیک پہونچانا (۵) خیانت نہ کرنا (۶) یتیم پر رحم کرنا۔ (۷) پڑوسی کے حقوق کی حفاظت کرنا (۸) غصہ کو پی جانا (۹) لوگوں سے نرم انداز میں گفتگو کرنا (۱۰) لوگوں کو سلام کرنا (۱۱) امام وقت کو لازم پکڑنا۔ (الترغیب والترہیب)

مولانا محمد رابع حسنی ندوی

پیغمبر اسلام کی تعلیم اور عہد حاضر

(بشکریہ آل انڈیا ریڈیو لکھنؤ)

پیغمبر اسلام کی تعلیم اور پیغام جس نے آج سے چودہ سو سال قبل انسانی تاریخ میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ آج کی متمدن دنیا کے لیے بھی روشنی کا بڑا ذریعہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندگی کے ان مسائل اور تقاضوں کے لیے جن سے آج کے انسان کو سامنا ہے، ایسی ہدایت عطا فرمائی ہے جن پر عمل کرنے سے اعتدال اور حسن اور خوبی کے ساتھ الجھنوں کو دور اور پیچیدگیوں کو بہ آسانی حل کیا جا سکتا ہے۔ آپ نے موجودہ زندگی کی نوع بنوع مشکلات کو حل کرنے کے لیے ایسے اصول عطا فرمائے ہیں جن کی روشنی میں زندگی کا قافلہ اپنی پیچیدہ راہ کو بآسانی طے کر سکتا ہے۔ اور ایک ایسا فلاحی معاشرہ تعمیر کر سکتا ہے، جو مساوات، باہمی ہمدردی، نیک نفسی، علم دوستی اور انسانی کمالات اور صلاحیتوں سے صحیح استفادہ کی صفات سے مزین ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوت، انسانی مساوات اور تعاون و ہمدردی کے سبق دیے۔ بڑے چھوٹے کا فرق مٹایا، کمزور طبقات اور عورت کو طاقت و عزت کا مقام عطا کیا۔ آپ اپنی زندگی کے آخری لمحات تک اس بات کی تاکید فرماتے رہے۔ آپ نے اپنی وفات سے قبل نصیحت کے جو آخری الفاظ فرمائے ان میں ایک طرف نماز کی پابندی کی تاکید فرمائی جو کہ حق خدا ہے اور دوسری طرف انسانی اخوت کا عظیم حق ہے۔ آپ نے فرمایا "الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جبکہ آپ پر ایمان لانے والوں کا سب سے بڑا اجتماع تھا، فرماتے ہوئے کہ شاید اب میں تم سے نہ مل سکوں اس لیے خود بھی سنو اور دوسروں تک پہنچاؤ جو ہدایات دیں ان ہدایات کے اہم نقاط یہ تھے کہ تم سب ایک آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنائے گئے لہٰذا تم سب برابر ہو خواہ کوئی عرب ہو خواہ غیر عرب۔ اگر کوئی کسی سے افضل و برتر ہوگا تو صرف احتیاط و خوف خدا کی بنیاد پر ہوگا اور دیکھو تم سے کسی کا کسی کی جان اور اس کے مال و متاع پر قبضہ کرنا یا ضائع کرنا اسی طرح ممنوع و حرام ہے جس طرح حج کے مقدس مہینہ اور عرفہ کے مقدس دن اور مکہ کے مقدس شہر کی حرمت و تقدس کو نقصان پہونچانا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی عزت و حرمت کو مذہبی عزت و حرمت کا درجہ دے کر اخوت و مساوات انسانی کا وہ عظیم اعلان فرمایا جس کی مثال ماقبل کی تاریخ میں نہیں ملتی آپ شاید اپنی باطنی نگاہوں سے مستقبل کی دنیا اور اس کی ضرورتوں کو دیکھ رہے تھے لہٰذا آپ انسان کو آئندہ کے پیش آمدہ مسائل کو حل کرنے کے لیے رہنمائی کر رہے تھے آپ کالے گورے کی تقسیم ختم کر رہے تھے آپ نسلی امتیاز کی دیواروں کو گرا رہے تھے آپ عربوں کے مجمع میں کھڑے ہو کر یہ عظیم بے غرضانہ اور منصفانہ اعلان کر رہے تھے کہ عرب کو غیر عرب پر کوئی تفوق نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس میں خدا کا ڈر زیادہ ہو ایک انسان پر دوسرے انسان کی جان و مال ویسی ہی قابل احترام و لحاظ ہے جیسے مذہبی تقدس کو رکھنے والی کوئی عظیم چیز۔

آپ نے انسان کو انسان پر حکومت کرنے کا حق صرف اس کی خدا ترسی اور صلاحیت کی بنا پر دیا اور رنگ و نسل و علاقائی تفوق کے پیمانوں کو توڑا، آپ نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ اپنے امیر کی اطاعت کرو خواہ وہ حبشیت کے لحاظ سے غلام ہو اور رنگ کے لحاظ سے کالا ہو یہ وہ اعلان تھا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور نے دیا ہوتا اور عربوں کے دل اسلامی طاقت کے سامنے جھک نہ گئے ہوتے تو کہنے والے کی گردن اس کے پہلے لفظ پر اڑا دی جاتی یہ حقوق انسانی کا پہلا اعلان تھا جو آج کی دنیا میں اور قیامت تک آنے والی قوموں اور نسلوں کے لیے برابر روشنی کا مینار رہے گا یہ صرف ایک اعلان ہی نہیں تھا بلکہ پوری انسانیت پر ایک احسان تھا اسی کی وجہ سے آپ کے ماننے والوں میں مساوات کی غیر معمولی روح پیدا ہوئی اور ان کی حکومتوں کی تاریخ میں ایسے وقفے بار بار آئے کہ آزاد قوموں پر غلام نسل کے لوگوں نے بھی حکومت کی اور ان کی اطاعت سے کسی نے اس بنیاد پر نہیں انکار کیا کہ وہ کم حیثیت کی نسل کے لوگ ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں عہد حاضر کے لیے جہاں مساوات انسانی کا یہ عظیم سبق ملتا ہے وہاں مذہب اور زندگی میں مساوات اور ہم آہنگی کا پیغام بھی ملتا ہے اور یہ پیغام بھی وہ تاریخی اور عظیم پیغام ہے جس کی مثال ماقبل کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

مذہب کے سلسلہ میں دنیا میں ہمیشہ یہ تصور رہا ہے کہ وہ صرف عبادت اور دنیا سے بے تعلقی پر مبنی ہے چنانچہ مذہبیت میں ترقی کے خواہش مند کے لیے یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ وہ دنیا سے حاصل ہونے والی راحت و لطف کی چیزوں سے زیادہ بے تعلقی اختیار کرے لیکن پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ نے آکر یہ پیغام دیا کہ دنیا چھوڑنے کی ضرورت نہیں ہے دنیا اور دین کو ملانے کی ضرورت ہے۔ آپ نے خدا کا کلام سنایا کہ قل من حرم زینۃ اللّٰہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق جس کا مطلب ہے کہ خدا نے یہ جو اچھی چیزیں اور رزق کا سامان اپنے بندوں کے لیے نکالا ہے اس کو کون حرام کرتا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی یہ آیت سنائی کہ ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار جس میں خدا سے آخرت میں بھلائی اور خوبی مانگنے کے ساتھ دنیا کی بھلائی اور خوبی بھی مانگی گئی ہے اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ رہبر انسانیت ہیں جنھوں نے دین کے ساتھ ساتھ . . . . دنیا کو اختیار کرنے کی دعوت دی آپ نے دین و دنیا کو اس طرح ہم آمیز کیا کہ نہ تو دنیا کو یہ شکایت کہ اس کی حق تلفی ہوتی ہے اور نہ دین کو یہ نقصان کہ دنیا اس کو کم کرنے کا باعث بن رہی ہے۔

آپ نے انسان کو زندگی گذارنے کا جو طریقہ بتایا وہ انسان کی فطری اور ضروری تقاضوں کی نہ صرف پوری رعایت دیتا ہے بلکہ اس کو شرعی اور مذہبی حیثیت عطا کرتا ہے چنانچہ آپ نے فرمایا کہ تمھاری ذات کا تم پر حق ہے، تمھارے جسم کا تم پر حق ہے تمھارے گھر والوں کا تم پر حق ہے آپ نے انسان کا اپنی ذات کے جائز تقاضوں کو پورا کرنا، اپنے جسم کے جائز تقاضوں کو پورا کرنا مذہب کا فرض قرار دیا اور وہ عمل جن کو انسان خالص دنیاداری کا عمل سمجھا کرتا تھا اور ان میں سے بعض بعض کو بالکل مخالف مذہب سمجھتا تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ان میں سے متعدد مذہب کے عمل قرار پائے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کا اگر اس روشنی میں مطالعہ کیا جائے تو نظر آئے گا کہ اس میں تمام وہ ضروری چیزیں ہیں جن سے دین و دنیا کی جامعیت کا پورا ثبوت ملتا ہے آپ کی تعلیمات کے رو سے مذہب زندگی کی مجبوریوں اور ضروری تقاضوں کی طرف رعایت ہی نہیں کرتا بلکہ ان کو اپنی آغوش میں لے لیتا ہے وہ زندگی سے صرف یہ مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اپنے غیر ضروری تقاضوں اور رجحانات کو مذہب کی ہدایات کا پابند بنائے وہ دولت پیدا کرنے کو منع نہیں کرتا صرف اس کے بڑھانے کے تقاضہ کو پابند کرتا ہے وہ نفس کے جائز تقاضوں کے پورا کرنے کی اجازت دیتا ہے لیکن اس کے حدود بناتا ہے گھریلو زندگی اور آپس کے معاملات میں ضابطۂ اخلاق متعین کرتا ہے غرض کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوری انسانیت پر بلکہ پوری دنیا پر یہ احسان کیا کہ اس کو ظالمانہ اور یکرخا طریقۂ زندگی سے نجات دلائی جس میں وہ پڑ گئی تھی کہ ایک طرف وہ اہل دنیا تھے جن کے سامنے سوائے اپنی اغراض اور دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے اندھادھند فائدہ اٹھانے اور لطف اندوز ہونے کے اور کوئی صورت نہ تھی۔ اور دوسری طرف اہل دین تھے جو دنیا کے معمولی بلکہ ضروری منافع سے بھی فائدہ اٹھانا صحیح نہیں سمجھتے تھے

(بقیہ صفحہ ۲ پر)

سید آل احمد رضوی

غیر بھی معترف ہیں تیرے (صلی اللہ علیہ وسلم)

سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل جتنے بھی انبیاء کرام یا بانیان مذاہب آئے ہیں ان کی تعلیمات کسی خاص خطے، خاص جماعت اور خاص وقت تک محدود رہیں۔ حضرت عیسیٰ آئے تو انھوں نے کہا، میں بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کو تلاش کرنے کے لیے دنیا میں بھیجا گیا ہوں اور خود قرآن حکیم نے حضرت عیسیٰ کو (رسولاً الی بنی اسرائیل) کہہ کر ان کے اس بیان کی تصدیق کی (پارہ ۳-۲۹) لیکن یہاں حضور کے بارے میں ارشاد ہو رہا ہے:

وما ارسلنک الا کافۃ للناس

یعنی ہم نے تجھے تمام انسانوں کے لیے بھیجا ہے۔ خدا بزرگ و برتر کے بعد اس عالم میں سب سے زیادہ جس ہستی کی تعریف و توصیف کی گئی وہ حضور کی ذات والا صفات ہی ہے دنیا کی کون سی زبان ہے جس میں سرور دو عالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت نہ لکھی گئی ہو۔ بہت سے غیر مسلم شعراء ادیبوں فلاسفروں اور مفکرین نے آپ کی عظمت کا اعتراف کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ بعض ایسے بھی ہیں جنھوں نے تعصب یا تنگ نظری سے بھی کام لیا۔ لیکن ان کی تعداد بہت کم ہے ہزاروں بلکہ لاکھوں غیر مسلموں نے آپ کی آفتاب صفت سیرت اور روشن کردار پر لکھا اور تذکرہ کیا اور یہ سلسلہ ابد تک جاری رہے گا۔ اور کیوں نہ رہے یہی تو ایک وہ زندگی ہے جو سرچشمہ ہدایت ہے۔ یہی وہ سنگم ہے جہاں سے ہر چیز کی ابتدا ہوئی اور یہیں پر انتہا۔

مختلف ادوار میں غیر مسلم شعراء مفکرین مذہبی رہنماؤں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے جو خراج عقیدت پیش کیا ان میں سے چند مشہور لوگوں کی آرا کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔

جان ولیم ڈریپر اپنی کتاب (تاریخ ذہنی ارتقائے یورپ) میں لکھتا ہے:

"حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ نسل انسانی پر جتنا اثر آپ نے پیدا کیا اتنا کسی اور نے نہیں کیا۔ آپ کے اندر وہ اوصاف موجود تھے جس سے سلطنتوں کی تقدیریں بدل جاتی ہیں۔ انھوں نے اپنے ارادت کیشوں کی معاشی حالت اور ذہنی کیفیت کو تزکیہ نفس، صبر و استقامت روزہ اور نماز کے ذریعہ سنوارا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے زکوٰۃ کا نظام قائم کیا۔ آپ نے کردار کی عظمت پر زور دیا اور واضح کیا کہ شرافت کا معیار کردار ہے۔ آپ عالم انسانیت کے پیشوا اور واقعی رسول خدا ہیں۔"

سر فلپ گبز اپنی کتاب (گلوری آف محمدؐ) میں لکھتے ہیں۔

"اسلام جیسا کہ محمدؐ کا دین کہلاتا ہے اس نے انسانی تہذیب اور اخلاقیات کو ترقی اور فروغ کے لیے ان تمام مذاہب سے کہیں زیادہ کام کیا ہے جو انسان کی تخلیق سے لے کر اب تک اس کی روح کو گرمانے کا باعث ہوئے"۔

ایم۔ اے جس بینارڈ اپنی کتاب (اسلام کی اخلاقی و روحانی اقدار) میں آپ کی عظمت صداقت کا اعتراف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:-

"حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم غایت درجہ کے مخلص، صادق اور عظیم ترین انسان ہیں۔ آپ ایک عظیم قوم کے بانی ایک عظیم سلطنت کے فاتح و معمار اور سب سے بڑھ کر ایک عظیم مذہب کے راہنمائے اعظم ہیں۔ آپ اپنی امت پر مہربان، رؤف و رحیم۔ اپنے آپ پر مہربان اور اپنے پروردگار کے سچے پرستار تھے۔ آپ نے اپنے ماننے والوں کو تاریکی کی پستیوں سے نکال کر نور اور صداقت کی انتہائی اونچی چوٹیوں پر متمکن کیا۔"

فرانس کے عظیم جرنیل نپولین بونا پارٹ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔

"محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ایک مرکز ثقل تھی جس کی طرف لوگ کھنچے چلے آتے تھے ان کی تعلیمات نے لوگوں کو اپنا متبع اور گرویدہ بنا لیا اور ایک گروہ پیدا ہو گیا جس نے چند ہی سال میں اسلام کا پرچم دنیا میں بلند کر دیا۔ اسلام کے ان پیروؤں نے دنیا کو جھوٹے خداؤں سے چھڑا لیا انھوں نے بت سرنگوں کر دیے۔ موسیٰ اور عیسیٰ کے پیروؤں نے ۱۵ سو سال میں کفر کی نشانیاں اتنی منہدم نہ کی تھیں جتنی ان متبعین اسلام نے صرف پندرہ سال میں کر دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ محمدؐ کی ہستی بہت بڑی تھی (بونا پارٹ اور اسلام از شیطر فرانس) جارج برنارڈ شا حضورؐ کی عظمت کا اقرار کرتے ہوئے اپنی تالیف (محمد اور محمد ازم) میں چند عیسائی راہبوں کے رویے پر رنج و غصہ کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں:-

"ازمنہ وسطیٰ میں عیسائی راہبوں نے اپنی جہالت و تعصب کی وجہ سے مذہب اسلام کی بڑی بھیانک تصویر پیش کی ہے بات یہیں ختم نہیں ہو جاتی۔ انھوں نے تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دین کے خلاف باضابطہ تحریک چلائی۔ انھوں نے حضرت محمدؐ کو اچھے لفظوں میں یاد نہیں کیا ہے۔ میں نے ان باتوں کا بغور مطالعہ اور مشاہدہ کیا ہے اور میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عظیم ہستی اور صحیح معنوں میں انسانیت کے نجات دہندہ ہیں۔"

نبی کریمؐ نے ایک مختصر عرصے میں پوری دنیا کے فکر و تصور کا انداز بدل دیا عرب جیسی غیر متمدن قوم کو سارے جہاں کی سیادت بخشی۔ بدوؤں کو ایک طرز حیات سکھائی۔ نیا نظام حکومت دیا۔ ایسے ضوابط دیے جو آج بھی ہماری رہنمائی کرتے ہیں چنانچہ آر باسورتھ سمتھ اپنی کتاب (محمد اینڈ محمڈن ازم) میں لکھتے ہیں۔

"آپ صحرا میں گلہ بان تھے۔ شام میں تاجر تھے۔ مدینہ میں مہاجر تھے۔ غار حرا میں معتکف تھے۔ بت پرستوں کے پورے جہاں کے مقابلے میں داعی توحید تھے۔ آپ فاتح اقلیم تھے۔ دنیا کی تاریخ میں صرف ایک آپ ہی اس شان کے انسان نظر آتے ہیں کہ آپ بیک وقت ایک امت، ایک سلطنت اور ایک مذہب کے بانی ہیں۔ آپ کی زندگی میں کئی ایک انقلاب آئے۔ آپ کی عادت، آپ کے رہن سہن کے طریق میں یکسانیت ہی نظر آئی۔ حالات بدل گئے مگر آپ نہ بدلے۔

ایک اور یورپی پروفیسر مار گولیتھ اپنی کتاب (محمد اور ظہور اسلام) میں لکھتے ہیں۔

"حضرت محمدؐ کے سیرت نگاروں کا ایک طویل سلسلہ ہے جس کو ختم کرنا ناممکن ہے لیکن اس میں جگہ پانا باعث شرف ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ آپ کی تعلیم و تدریس دعوت و تبلیغ سے وہ نتائج برآمد ہوئے جس کا عشر عشیر بھی کسی مفکر، کسی مدبر، کسی مصلح کسی مذہبی پیشوا کے حصہ میں نہیں آیا۔"

پنڈت گوپال کرشن ایڈیٹر بھارت سماچار بھی اپنے ایک مقالہ "مہا پرش محمدؐ" میں لکھتے ہیں۔

رشی محمدؐ صاحب کی زندگی پر . . .

. . . جب ہم وچار کرتے ہیں تو یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ ایشور نے ان کو سنسار سدھارنے کے لیے بھیجا تھا۔ ان کے اندر وہ شکتی موجود تھی جو ایک گریٹ ریفارمر اور ایک مہاپرش میں ہونی چاہیے۔ آپ نے عرب کے چرواہوں کو جو ظلم و ستم کے عادی تھے انسان کامل بنا دیا اور ان کے اندر رحم و کرم، حلم و تواضع پیدا کر دی۔ ان میں مغفرت اور پریم کے جذبات پیدا کر دیے۔ یہ لوگ جاہل اور وحشی تھے پرنتو چند ہی روز میں ان کے حکمرانوں کو اعلیٰ مرتبہ پر پہونچا دیا۔ وہ اپنے بھائیوں کا خون بہانا ایک معمولی بات سمجھتے تھے مگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے ایسے دیالو ہو گئے کہ دنیا کی کھوئی ہوئی سلامتی اور امن کا امن دوبارہ قائم ہو گیا اور خود بھی شانتی کے محافظ بن گئے۔

سری محمدؐ کی جے ہو!

سوامی دیویکانند اپنی کتاب "گریٹ ٹیچرز آف دی ورلڈ" میں رقم طراز ہیں۔

"اس کے بعد پیغمبر مساوات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ تم جانتے ہو۔ کیا ان کا مذہب اچھا ہے؟ اگر ان کا مذہب

اچھا ہوتا تو پھر وہ زندہ کیسے رہتے صرف اچھے اور نیک انسان ہی کو حیات دوام ملتی ہے۔ بد انسان کی زندگی کبھی طویل نہیں ہوتی۔ نیک انسان لافانی اس لیے ہے کہ اس میں تقدیس اور صداقت کا جوہر پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس میں اگر اچھائی نہ ہوتی تو وہ ایک دن بھی قائم نہ رہتا اس مذہب میں بے شمار خوبیاں ہیں۔ محمدؐ مساوات اور انسانی اخوت کے علمبردار ہیں۔

ایک ممتاز دانشور ڈاکٹر اینی بیسنٹ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ پر اپنے "اثرات" کا اظہار ان الفاظ میں کیا:۔

"بعثت سے قبل بھی آپ اندھیرے میں روشنی کے مینار کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے ہیں اور یہیں آپ علی زندگی اس قدر شریفانہ اور اس قدر رنگی نظر آتی ہے کہ ہم فوراً معلوم کر لیتے ہیں کہ کیوں آپؐ کو اپنے گرد و پیش کے لوگوں تک اپنے خدا کا پیغام پہونچانے کے لیے منتخب کیا گیا تھا۔ وہ کون نام تھا جس سے مکہ کے تمام مرد، عورتیں اور بچے آپ کو پکارا کرتے تھے؟ وہ نام "الامین" یعنی صادق اور دیانت دار تھا۔

حضور اشرف الانبیاء نے اپنی زندگی اعمال و اقوال سے ایسی مکمل مثال پیش کی کہ تاریخ میں ایک شخص بھی آپ جیسا دکھائی نہیں دیتا۔ آپؐ نے ۲۳ برس کی مختصر سی مدت میں ایک ایسی قوم جو نیکی کے تصور سے عاری، تند خو جنگجو تھی۔ جہاں نہ کوئی حکومت تھی اور نہ کوئی نظام وہ مذہب کے بری اخلاق سے نا آشنا تھے، بتوں کی پرستش کرنے والے لوگ تھے۔ ایک خوشگوار انقلاب برپا کیا۔ آپ نے اپنی تعلیمات سے نہ صرف دل بدلے، دماغ بدلے، عادتیں بدلیں بلکہ پورا نظام حیات ہی بدل ڈالا۔

گاندھی جی نے آپ کی عظیم انقلابی تعلیمات کو بھرپور نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا۔

"میں پورے یقین اور وثوق کے ساتھ کہتا ہوں کہ اسلام نے بزور شمشیر سرفرازی و سربلندی حاصل نہیں کی بلکہ اس کی بنیاد ہے نبیؐ کا خلوص، خودی پر آپ کا غلبہ، وعدوں کا پاس، غلام اور دوست و احباب سے یکساں محبت، آپؐ کی جرأت اور بے خوفی اللہ اور خود پر یقین جیسے اوصاف۔ لہذا یہ کہنا غلط ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔

اس کی فتوحات میں یہی اوصاف حمیدہ شامل تھیں اور یہی وہ اوصاف تھیں جن کی مدد سے مسلمان تمام پابندیوں اور رکاوٹوں کے باوجود پیش قدمی کرتے چلے گئے۔

ایک سکھ دانشور پروفیسر جی ایس دارا نے اپنی تصنیف "رسول عربؐ" کا آغاز یوں کیا ہے۔

"ایک صاحب کمال آیا جس نے جلوۂ حق دکھایا۔ جس کسی نے اسے پریم کی آنکھوں سے دیکھا اس کی تمنائے زندگی پوری ہوئی جس کی نگاہ شوق اس پر پڑی اسے منہ مانگی مراد مل گئی۔ جس بشر کو اس محسن نے اپنا درشن دیا۔ اس کا جنم بھر کا پاپ کٹ گیا۔"

بھگوان داس بھگوان نے رسول اللہ کے حضور عقیدت کے پھول پیش کرتے ہوئے کہا:۔

سیدی مکی قریشی، جلوۂ بیت الحرام
پیکر قرآن، حبیب خالق جود و الکرم، شافع
بھگوان، شفیع دو جہاں قدسی حشم، صاحب
خلق عظیم و نکتہ آموز امم۔
السلام والسلام یا نبی المحترم

ممتاز شاعر جگناتھ آزاد نے رحمت اللعالمین کو نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا۔

"تو نے انسان کو انسان سے آگاہ کیا
لے ترے نام سے بیدار ہیں سینے بے گداز

ایک اور جگہ کہا:۔

سلام اس ذات اقدس پر سلام اس ذات والا پر
ہزار دل جس کے احسانات ہیں دنیائے امکاں پر

کرشن لال موہن نے پیغمبر انسانیت کو یوں خراج عقیدت پیش کیا:۔

ہیں سلاطین بھی غلام مصطفےٰ
یہ ہے شان و اہتمام مصطفےٰ

ایک اور ہندو شاعرہ رام پیاری صاحبہ نے سرکار دو عالم کے حضور عقیدت کے پھول نچھاور کرتے ہوئے کہا۔

اے محمدؐ تم نے ذلت سے بچایا ہے ہمیں
پریم کا اور پریت کا رستہ دکھایا ہے ہمیں
یہ ایک حقیقت ہے

"لا دین ہو، دیندار ہو، مشرک ہو کہ کافر
ہر فرد نے دی ہے تری عظمت کی گواہی

مولانا محمد ثانی حسنی ندوی

تضمین بر اشعار فارسی۔ شیخ سعدیؒ

الٰہی ہمارا تو ہی ہے خدا ۔۔۔ ہے حاجت روا اور مشکل کشا
نہیں کوئی معبود تیرے سوا ۔۔۔ تو داتا ہے دیتا ہے صبح و مسا
کریما بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

الٰہی یہ دنیائے حرص و ہوس ۔۔۔ لبھاتی ہے ہم کو نفس در نفس
نداریم غیر از تو فریاد رس ۔۔۔ توئی عاصیاں را خطا بخش و بس
کریما بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

جھکائے ہوئے سر ندامت سے ہم ۔۔۔ ترے در پہ آئے ہیں باچشم نم
پھٹا غم سے دل لب پہ آیا ہے دم ۔۔۔ کرم کر الٰہی کرم کر کرم
کریما بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

الٰہی نہیں کوئی تیرے سوا ۔۔۔ جزیل العطا و مجیب الدعا
نگہ دار مارا ز راہ خطا ۔۔۔ خطا در گذار و ثوابم نما
کریما بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

الٰہی ترا کام لطف و عطا ۔۔۔ مرا کام رو رو کے تجھ سے دعا
ترا کام عفو و کرم بر خطا ۔۔۔ خطا میں ہوں یا رب خطا در خطا
کریما بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

ترے در کے سائل ہیں اہل کرم ۔۔۔ ہیں منت کشاں اہل دیر و حرم
خدایا بدولت مراں از درم ۔۔۔ کہ صورت نہ بندد درے دیگرم
کریما بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

الٰہی ترے ہیں سبھی انس و جاں ۔۔۔ ہے رحمت تری رحمت بے کراں
ہے تیری زمیں اور ترا آسماں ۔۔۔ حکومت ہے تیری یہاں اور وہاں
کریما بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

وہ ہو جس کو فرمائے جس دم کہ کن ۔۔۔ ممکن تو کہے گر تو ہو لم یکن
خدایا بعزت تو خوارم مکن ۔۔۔ بذل گنہ شرمسارم مکن
کریما بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

تو دانی کہ مسکین و بیچارہ ایم ۔۔۔ فرو ماندۂ نفس امارہ ایم
خدایا مقصر بہ کار آمدیم ۔۔۔ تہی دست و امید دار آمدیم
کریما بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

ہے یا رب تو مالک غنی و کبیر ۔۔۔ میں ناتواں ہوں بندہ ذلیل و فقیر
فقیرم بہ جرم گناہم مگیر ۔۔۔ غنی را ترحم بود بر فقیر
کریما بہ بخشائے بر حال ما
کہ ہستم اسیر کمند ہوا

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے

شاہ فیصل ایوارڈ

سے حاصل کردہ رقم اسلامی خدمات کے لئے دے دیں

محمود الازہار ندوی

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء نے فیصل ایوارڈ کے لئے اپنے انتخاب پر مسرت کا اظہار کیا ہے اور کہا ہے اس سے اسلام اور مسلمانوں کے مابین کام کرنے کی ہمت افزائی ہوتی ہے جو اس فاؤنڈیشن کے بنیادی مقاصد میں سے ہے اور جس شخصیت سے یہ منسوب ہے اس کی صحیح عزت یہی ہے انہوں نے اس اعزاز کو قبول کرتے ہوئے ایوارڈ کی حاصل رقم اسلام اور مسلمانوں کی فلاح و بہبود اور تبلیغ اسلام کے لئے وقف کر دیا ہے وہ اس کو اندرون و بیرون سعودیہ اس طرح سے تقسیم کرتے ہیں۔

۱۔ ½ افغانستان کے پناہ گزینوں کے لئے
۱۔ ¼ تحفیظ القرآن الکریم مکہ مکرمہ کے لئے۔
۳۔ ¼ مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کے لئے۔

مولانا نے اس بابت ایوارڈ کے چیرمین شہزادہ خالد الفیصل کو ایک شکریہ کا بھی خط لکھا ہے اور بہ نفس نفیس ایوارڈ وصول کرنے سے معذرت کر دی ہے۔ تقسیم انعامات ۱۰ر فروری کو سعودیہ کے فرماں روا شاہ خالد بن عبدالعزیز کے ہاتھوں انجام پائیں گے۔

مولانا نے ایک پریس کے لئے جاری کردہ بیان میں انعام وصول کرنے کے لئے اپنا نمائندہ ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کو بنایا ہے کہ وہ مولانا کی جانب سے شاہ خالد کا شکریہ ادا کریں اور مولانا کے حسب منشاء اس کی تقسیم کر دیں۔

مولانا نے اس ضمن میں ان تمام لوگوں کا شکریہ ادا کیا جنھوں نے تار، خط اور مختلف ذرائع سے تہنیتی پیغامات بھیجے ہیں۔

یاد رہے کہ مولانا کو یہ انعام ان کی وسیع اسلامی خدمات، ہند اور بیرون ہند میں، اور دعوت و تبلیغ عالم اسلام میں تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ، مسلم نوجوانوں میں اسلامی روح کا احیاء، اور مجلس تحقیقات و نشریات اسلام کا قیام اور اسلام کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کرنے والی کتابوں کی رد اور ان کی قابل ذکر کتاب "ماذا خسر العالم بانحطاط المسلمین" (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال سے کیا اثر پڑا) اور "السیرۃ النبویۃ" (نبی رحمت) کی وجہ سے دیا گیا ہے۔

خدمت اسلام کا دوسرا ایوارڈ انڈونیشیا کے سابق وزیر اعظم اور ۔۔۔ پارٹی کے بانی ڈاکٹر محمد ناصر کو دیا ہے اس سے قبل یہ انعام عالم اسلام کے ممتاز مفکر مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی کو دیا گیا تھا۔

اسلامی اسٹڈیز اور احادیث کے شعبہ میں نمایاں تصنیف و تالیف کا ایوارڈ دوسرے ہندوستانی عالم احادیث کے ممتاز محقق ڈاکٹر محمد مصطفیٰ اعظمی کو دیا گیا ہے جو گذشتہ بیس سال سے عرب دنیا میں قیام پذیر ہیں اور فی الوقت احادیث کو کمپیوٹرائز کرنے کا کام انجام دے رہے ہیں جب کہ سال گذشتہ اس سلسلہ کا انعام ڈاکٹر فواد سزگین کو ان کی کتاب "تاریخ التراث الاسلامی" پر دیا گیا تھا۔

تیسرا انعام عربی ادب کا ڈاکٹر احسان عباس اور ڈاکٹر عبدالقادر القط کو مشترکہ اور مناصفہ پر دیا گیا ہے سال گذشتہ اس انعام کا کسی کو مستحق نہیں قرار دیا گیا تھا۔

واضح رہے کہ یہ فاؤنڈیشن سعودیہ کے سابق اور شہید شاہ فیصل کی یاد میں قائم کیا گیا تھا اور انعام کی تقسیم سال گذشتہ ہی سے ہوئی ہے۔ ہر انعام کے ساتھ دو لاکھ سعودی ریال اور طلائی تمغہ ہوتا ہے اور اس کے چیرمین مرحوم کے صاحبزادہ شہزادہ خالد الفیصل ہیں، اس کا انتخاب ایک بااختیار کمیٹی کرتی ہے جس کو صرف دوسروں کے نام پیش کرنے کا حق ہے

بقیہ صفحہ

اور جزائر شرق الہند سب اسی صہبائے محبت کے متوالے اور اسی مقصد کے دیوانے نظر آتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جیسے انسانیت صدیوں کی نیند سوتے سوتے بیدار ہوئی، آپ تاریخ و تذکرے کی کتابیں پڑھئے تو آپ کو نظر آئے گا کہ خدا طلبی اور خدا شناسی کے سوا کوئی کام ہی نہ تھا۔ شہر شہر، قصبہ قصبہ، گاؤں گاؤں، بڑی تعداد میں ایسے خدا مست عالی ہمت، عارف کامل، داعئ حق اور خادم خلق، انسان دوست ایثار پیشہ انسان نظر آتے ہیں جن پر فرشتے بھی رشک کریں انہوں نے دلوں کی سرد انگیٹھیاں گرما دیں، عشق الٰہی کا شعلہ بھڑکا دیا، علوم و فنون کے دریا بہا دیئے علم و معرفت کی محبت کی جوت جگا دی، اور جہالت و وحشت، ظلم و عداوت سے نفرت پیدا کر دی، مساوات کا سبق پڑھایا، لاکھوں کے مارے اور سماج کے ستائے ہوئے انسانوں کو گلے لگایا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بارش کے قطروں کی طرح ہر چپہ زمین پر ان کا نزول ہوا ہے، اور ان کا شمار ناممکن ہے۔

آپ ان کی کثرت (کمیت) کے علاوہ ان کی کیفیت کو دیکھئے، ان کی ذہنی پرواز، ان کی روح کی لطافت اور ذکاوت اور انکے ذوق سلیم کے واقعات پڑھئے، انسانوں کے لئے کس طرح ان کا دل روتا اور انکے غم میں گھلتا، کس طرح ان کی روح سلگتی تھی، انسانوں کو مصیبت سے نجات دینے کے لیے وہ کس طرح اپنے کو خطرہ میں ڈالتے اور اپنی اولاد اور متعلقین کو آزمائش میں مبتلا کرتے تھے، ان کے حاکموں کو اپنی ذمہ داری کا کس قدر احساس اور محکوموں میں اطاعت و تعاون کا کس قدر جذبہ تھا، ان کے ذوق عبادت، ان کی قوت دعا، ان کے زہد و فقر، جذبۂ خدمت اور مکارم اخلاق کے واقعات پڑھئے، نفس کے ساتھ ان کا انصاف، اپنا احتساب کمزوروں پر شفقت، دست پروری، دشمن نوازی، ہمدردی خلائق کے نمونے دیکھئے، بعض اوقات شاعروں اور ادیبوں کی قوت تخیل بھی ان بلندیوں تک نہیں پہنچتی، جہاں وہ اپنے جسم و عمل کے ساتھ پہنچے، اگر تاریخ کی مسند اور متواتر شہادت نہ ہوتی یہ واقعات قصے کہانیاں اور افسانے معلوم ہوتے۔

یہ انقلاب عظیم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم معجزہ اور آپ کی رحمۃ للعالمینی کا کرشمہ ہے۔

(وصدق اللہ العظیم وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین)

پرنٹر، پبلشر، ناظر شعبۂ تعمیر و ترقی ندوۃ العلماء نے جے۔ کے آفسیٹ پرنٹنگ پریس دہلی میں طبع کرا کر دفتر "تعمیر حیات"، ندوہ لکھنؤ سے شائع کیا۔

مرتبہ: شمس الحق ندوی، محمود الازہار ندوی

کے۔ جی۔ بی (K.G.B.)

روس کا خوفناک ترین جاسوسی ادارہ

ترجمہ: سعید تابش

(امریکہ کے سی۔ آئی۔ اے۔ کی طرح روس کا کے۔ جی۔ بی خطرناک ترین جاسوسی ادارہ ہے۔ کے۔ جی۔ بی کے ایجنٹ کہاں کہاں اور کس کس شکل میں دنیا میں موجود ہیں۔ اس کا جال کتنی دور دور اور کتنی گہرائی تک پھیلا ہوا ہے، کسی کو نہیں معلوم۔ لیکن امریکہ کے سی۔ آئی۔ اے۔ کے برخلاف ماسکو کے، کے۔ جی۔ بی کو روسی نظام حکومت میں ایک معزز مقام حاصل ہے۔ شاید اسی لئے بعض لوگوں کا یہ خیال ہے کہ سی۔ آئی۔ اے کے مقابلے میں کے۔ جی۔ بی زیادہ مضبوط، مستعد اور موثر تنظیم ہے۔

ذیل کے مضمون سے کے۔ جی۔ بی کے کاموں پر کچھ روشنی پڑتی ہے جسے ہم "انڈین ایکسپریس" کے شکریے کے ساتھ شائع کر رہے ہیں)۔

ماسکو کے محلے کزات پراسپیکٹ (Kuthzov Prospekt) میں ۲۶ نمبر کی ایک قدیم لیکن عالیشان عمارت ہے جو ارد گرد کی دوسری عمارتوں سے نمایاں اور ممتاز نظر آتی ہے اس عمارت کے عقبی حصے کی ایک منزل میں روس کے مرد آہن برزنیف (Leonid Brezhnev) رہتے ہیں۔ اس کے اوپر اور نیچے کی منزلیں کے۔ جی۔ بی (K.G.B.) کے چیف یوری اینڈروپوف (Yuri Andropov) اور سوویت یونین کے داخلی سیکوریٹی نظام کے سربراہ نکولائی شیلوخوف (Nikolai Schelokov) کی اقامت گاہیں ہیں۔ بادی النظر میں یہ ایک معمولی سی بات معلوم ہوتی ہے لیکن اس سے روس کی سیکرٹ سروس اور داخلی سیکوریٹی نظام (Internal Security System) کی غیر معمولی اہمیت پر روشنی پڑتی ہے کہ اسکے سربراہ روس کی نمبر ایک کی شخصیت کے اتنا قریب رہتے ہیں۔

اینڈروپوف کی برزنیف سے اتنی قربت نہ تو اتفاقی ہے، نہ ذاتی بلکہ یہ ایک تاریخی پس منظر رکھتی ہے۔ انقلاب کے بعد جب بالشویک دنیا کی پہلی سوشلسٹ ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہوئے اور انہوں نے ازمنۂ وسطیٰ کی زندگی گذارنے والی، زوال پذیر قوم کو ایک جدید طاقت بنانے کا کام شروع کیا تو روز اول سے ہی اس انقلاب نیز اس ریاست کے وجود کو خطرات نے چاروں طرف سے گھیر لیا۔ اکتوبر انقلاب کے دس ماہ بعد ہی برطانیہ نے امریکہ اور جاپان کی مدد سے ولاڈی واسٹک میں ایک کٹھ پتلی مغرب نواز حکومت قائم کر لی جسے چار سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد ہی ختم کیا جا سکا۔ سوویت یونین کو جو اس وقت ایام طفلی میں تھی پوری طرح اس حقیقت کا احساس ہو گیا کہ جو پہلے سے آگاہ و باخبر ہوتا ہے وہی پہلے سے مسلح ہوتا ہے اس لیے روس "ایک خفیہ تلوار اور ڈھال" کو ترقی دینے میں مصروف و منہمک ہو گیا۔ لینن (Lenin) نے ایک مضبوط و مربوط اور مستعد و کارگزار سیکرٹ سروس کی ضرورت پر زور دیا جو دشمنوں کے خلاف ریاست کے گوش و چشم کا کام کر سکے۔

یہ سیکرٹ سروس مسلسل اپنے نام تبدیل کرتی رہی۔ یہ جی۔ پی۔ یو (G.P.U.) سے او۔ جی۔ پی۔ یو (O.G.P.U.) بنی پھر این۔ کے۔ وی۔ ڈی (N.K.V.D.) اور پھر ایم۔ جی۔ بی (M.G.B.)۔ آج یہ کے۔ جی۔ بی (K.G.B.) کے نام سے جانی جاتی ہے جو روسی زبان کے تین لفظوں کا مخفف ہے اور جس کے معنی ہیں "کمیٹی برائے ریاستی سیکوریٹی"۔

کریملن سے تھوڑے فاصلے پر ماسکو کا زرزنسکی اسکوائر ہے جس کی دو نمبر کی عمارت کی تیسری منزل پر اینڈروپوف کا دفتر ہے۔ کے۔ جی۔ بی کے ہیڈ کوارٹر کو "مرکز" کے نام سے بھی جانا جاتا ہے۔ اس کا سالانہ بجٹ کروڑوں روسی روبل سے بھی متجاوز ہوتا ہے اور ایک لاکھ سے بھی زیادہ لوگ اس میں ملازم ہیں جن کی اکثریت غیر ملکی انٹلی جینس میں کام کرتی ہے۔

ڈائریکٹوریٹ ــــــ محکمۂ نظارت یا نظامت

دوسرے ممالک کے جاسوسی اداروں کے سربراہوں کے برخلاف اینڈروپوف کو روسی نظام حکومت میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔ وہ پولٹ بیورو کے ایک رکن ہیں۔

کے۔ جی۔ بی کی تنظیم بہت وسیع اور پیچیدہ ہے۔ یہاں صرف اتنا جاننا کافی ہوگا کہ اس کے چار خاص ڈائریکٹوریٹ ہیں۔ پہلا ڈائریکٹوریٹ (شعبۂ نظارت) ممالک غیر کے بارے میں منصوبے بناتا اور ان پر عمل درآمد کرتا ہے۔ اس کے ماتحت دس شعبے ہیں جن کی تشکیل جغرافیائی بنیادوں پر کی گئی ہے۔ پہلا شعبہ امریکہ اور کناڈا، ساتواں شعبہ جاپان، ہندوستان اور انڈونیشیا اور نواں شعبہ افریقہ کے ان ممالک کی نگرانی کرتا ہے جہاں انگریزی بولی جاتی ہے۔

دوسرا محکمۂ نظارت جوابی سراغ رسانی کے کاموں کا ذمہ دار ہے۔ اسے چھ تحتی شعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔

کے۔ جی۔ بی کی سیکرٹ سروس میں انتظامی صلاحیت سے بہرہ ور بہترین افراد کو ملازمت دی جاتی ہے۔ منتخبہ افراد کو ماسکو کے مشہور "انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل اسٹڈیز" بھیجا جاتا ہے جہاں انہیں غیر ملکی زبانوں اور کلچر سے متعلق مشکل ترین نصابوں کی تکمیل کرنا ہوتی ہے۔ کے۔ جی۔ بی کا ہر ملازم کمیونسٹ پارٹی کا رکن ہوتا ہے۔ کے۔ جی۔ بی کے ایجنٹ ممالک غیر میں سفارتی عہدیداروں، تجارتی نمائندوں اور اکثر "تاس" کے نامہ نگاروں کے بھیس میں سراغ رسانی کا کام کرتے ہیں۔

کے۔ جی۔ بی کے جاسوسوں کی فہرست بہت طویل ہے۔ ان میں سے ایک قابل ذکر غیر ملکی انبالہ میں پیدا ہونے والا ہیرلڈ "کم" (Kim) فلبی تھا جو برطانیہ کی سیکرٹ سروس میں ایک اعلیٰ عہدیدار تھا لیکن حقیقتاً روس کے لیے جاسوسی کرتا تھا۔ وہ ایک دن اچانک انگلینڈ سے غائب ہوا تو پھر ماسکو میں نظر آیا۔ آجکل فلبی کے۔ جی۔ بی کے ایک تحتی شعبے کا سربراہ ہے۔

کے۔ جی۔ بی کا ایک دوسرا کامیاب غیر ملکی ایجنٹ اسٹگ ونراسٹام (Stig-Wennerstrom) تھا جو سویڈن کی ہوائی فوج میں کرنل کے عہدے پر فائز تھا۔ واشنگٹن میں سویڈن کے اتاشی کی حیثیت سے اس نے اسلحہ سے متعلق امریکہ کے بیس کروڑ ڈالر کے منصوبوں اور نظاموں کا پتہ لگانے میں کامیابی حاصل کی۔ لیکن کرنل اسٹرام کا انجام کامریڈ فلبی سے یکسر مختلف ہوا۔ وہ آجکل سویڈن کی ایک جیل میں عمر قید کی سزا کاٹ رہا ہے۔

اگر "نیویارک ٹائمز" کے نمائندے سیمر ہرش (Seymour Hersh) کی بات کا یقین کیا جائے تو کے۔ جی۔ بی کے ایجنٹ خود امریکہ کے بدنام زمانہ سی۔ آئی اے میں اعلیٰ سطح تک پہنچ چکے ہیں۔ ہرش نے سی۔ آئی۔ اے کے جوابی سراغ رسانی کے شعبے کے سابق سربراہ جیمس جیسس اینگلٹن (James Jesus Angleton) کے حوالے سے لکھا ہے کہ سی۔ آئی۔ اے کے سابق ڈائریکٹر ولیم کولبی (William Colby) کے جی۔ بی کی ایک "چھچھوندر" ہو سکتے ہیں اور یہ کہ انہوں نے روسی سیکرٹ سروس کی "مدد کی تھی"۔ اگر یہ صحیح ہے تو پھر برطانیہ کی سیکرٹ سروس میں کے۔ جی۔ بی۔ کا اثر و نفوذ ایک معمولی بات بن جاتی ہے۔

تکنیکی جاسوسی اور سائنسی تجزیے کے مقابلے میں کے۔ جی۔ بی۔ انسانی جاسوسی پر زیادہ بھروسہ کرتی ہے۔ اس کا پختہ یقین ہے کہ اہم حکومتی راز سرکاری فائلوں سے براہ راست ہی حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ اور انہیں موقع پر موجود ایجنٹ ہی دے سکتے ہیں۔

سی۔ آئی۔ اے کی مغربی ہم جولیوں MI-6، SDECE اور BND

کے خلاف روسی سیکرٹ سروس، مشرقی جرمنی کی خفیہ ایجنسی M.F.S. اور مشرقی یورپ کے دیگر جاسوسی اداروں سے پورا پورا اشتراک کرتی ہے۔ یہاں MFS سے کے۔ جی۔ بی کے ربط و تعلق اور اشتراک عمل کی صرف ایک مثال دینا کافی ہوگا۔

۳۷-۳۸ سال کی مس ارسل لورینزن (Miss Ursul Lorenzen) جو ایک چھریرے بدن اور لمبے قد کی حسین عورت تھی ابھی حال تک بروسلز کے اوینو ڈیو فورم کے فلیٹ نمبر ۹ میں رہتی تھی اور ناٹو کے برطانوی ڈائریکٹر سر ٹیرنس موران (Sir Terence Moran) کے پرائیویٹ سکریٹری کی حیثیت سے کام کرتی تھی۔ ناٹو کے تمام راز جن پر "کازمک" (Cosmic) لکھا ہوتا تھا مس لورینزن کے ہاتھوں سے ہو کر گذرتے تھے۔ چھ سال تک سر موران کی مستعدی کے ساتھ خدمت کرنے کے بعد وہ گذشتہ سال مارچ میں اچانک بروسلز سے غائب ہو گئی اور اپنے ساتھ نیوکلیائی جنگ سے متعلق ناٹو کے "وقت ضرورت کے منصوبوں" پر مشتمل ایک اہم فائل بھی لیتی گئی۔ اپنی گمشدگی کے کچھ عرصے بعد وہ مشرقی جرمنی کے ٹی۔ وی۔ پر لوگوں کو یہ بتاتی نظر آئی کہ اس نے یہ کام کیوں اور کیسے انجام دیا۔ پولس نے جب اس کے فلیٹ پر چھاپا مارا تو ایک دلچسپ چیز ان کے ہاتھ لگی ـــ مس لورینزن کے دروازے کے آگے بچھی چٹائی جس پر تحریر تھا "خوش آمدید"۔

جہاں ایک طرف کے۔ جی۔ بی کی تیغ بلاخیز ممالک غیر میں خوں آشامی میں مصروف رہی، وہاں دوسری طرف اس کی ڈھال ناکامی کی پیہم ضربوں کو برداشت کرتی رہی۔ ۱۹۷۳ء کی عرب اسرائیل جنگ میں روس کی یہ سیکرٹ سروس آخر وقت تک اس بات کا پتہ نہیں لگا سکی کہ اسرائیلی فوجیں نہر سوئز کے مغربی کنارے پر اتر چکی ہیں (اس کامیابی کے نتیجے میں مصر کی تھرڈ ڈویژن آرمی جو ۲۵ ہزار سپاہیوں پر مشتمل تھی پوری طرح اسرائیلی افواج کے گھیرے میں آ کر قطرہ قطرہ پانی کو ترس گئی تھی) اس سے قبل انگلینڈ میں کے۔ جی۔ بی کے ایک ایجنٹ کی گرفتاری کے بعد برطانوی حکومت نے ۱۰۵ روسی نمائندوں کو ملک سے نکل جانے کا حکم دیا تھا۔ یہ انگلینڈ میں کے۔ جی۔ بی کی سرگرمیوں کے لئے ایک بہت بڑا دھچکا تھا۔ ستمبر ۱۹۷۶ء میں ایک روسی پائلٹ ایک اعلیٰ ترین خفیہ جنگی طیارے کو لے کر ملک سے فرار ہو گیا۔ اس واقعے نے کے۔ جی۔ بی کو ہلا کر رکھ دیا۔

جب کہ کے۔ جی۔ بی ممکن ہے انسانی جاسوسی میں بہت آگے ہو، وہ آلات کے ذریعے کی جانے والی تکنیکی جاسوسی میں اپنی رقیب امریکہ کی سی۔ آئی۔ اے سے کافی پیچھے ہے ماہرین اس کی کامیابی کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ روسی جنسی ترغیبات یا دولت کی بہ نسبت اپنے جاسوسوں کے نظریاتی عقائد پر زیادہ بھروسہ کرتے ہیں۔ واشنگٹن میں امریکی وزارت خارجہ کے ایک افسر نے حال ہی میں یہ تسلیم کیا کہ "کے۔ جی۔ بی کافی ہوشیار ہے۔ حقیقتاً ہم جتنا اسے سمجھتے ہیں وہ اس سے کہیں زیادہ چالاک ہے۔" (انڈین ایکسپریس، ۹ر ستمبر ۱۹۷۹ء)

بقیہ ص ۲۳

کا حق ادا کر دیا ہے۔ انھوں نے ابن کثیر کی زندگی کے ساتھ ان کے زمانہ اور علمی و اجتماعی فضا، ان کے اساتذہ و تلامذہ و معاصرین، اور ان کی مخطوطہ و مطبوعہ کتابوں کی مستند تفصیل پیش کی ہے۔ خاص طور پر ان کی تاریخ اور تفسیر پر تفصیل اظہار خیال کیا ہے۔ اپنی کتابوں کے لیے انھوں نے جدید و قدیم دونوں ماخذ سے استفادہ کیا ہے۔ کتاب کی زبان شستہ عربی ہے اس لیے امید ہے کہ مصنف کے خیالات سے ہند و بیرون ہند کے عربی داں قارئین یکساں طور پر مستفید ہوں گے

۲- حدیث حیات

مرتبہ :- رئیس نعمانی۔ صفحات ۵۰
قیمت :- ساڑھے پانچ روپیہ
پتہ :- علمستان، ۱۹۱۔ اصطبل چارباغ

مولوی رئیس نعمانی، اردو فارسی کے نوجوان شاعر ہیں اور اپنے طور پر اردو اور فارسی کی خدمت کرتے رہتے ہیں۔ پیش نظر مجموعہ اس سابقہ غزل کی غزلوں اور غزل گو یوں کے مختصر حالات پر مشتمل ہے جنھوں نے اس میں شرکت کی تھی۔ بعض معروف

شعراء نے بھی شرکت کی ہے۔ بیشتر غزلیں غنیمت اور قابل قدر ہیں اور فارسی کے ختم ہوتے ہوئے ماحول کو دیکھتے ہوئے ان شعراء کا ذوق و شوق لائق تحسین ہے۔

۳- ریاض عقیدت

مرتبہ :- رئیس نعمانی۔ صفحات ۵۰
قیمت ساڑھے تین روپے۔ پتہ مذکورہ بالا۔

مشاہیر اردو شعراء کے نعتیہ کلام کا مجموعہ جسے بہت سلیقے سے مرتب کیا گیا ہے۔ آخر میں مدح صحابہ کرامؓ میں بھی چند نظمیں ہیں۔ ان سب چیزوں میں رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ غلو و مبالغہ اور شرک و بدعت کی آمیزش سے پاک اور معیاری نعت گوئی کا نمونہ ہوں۔

اس لیے مرتب دینی داد لیں دونوں حلقوں کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ اگر نعتیہ مجموعوں کے دوسرے مرتبین بھی اسی حسن و ذوق کا ثبوت دیں تو نعت گوئی کا ایک پاکیزہ معیار قائم ہو سکتا ہے۔ ••

ارکانِ اربعہ

(نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج)

از: مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

نامور اہلِ نظر و اہلِ فکر کی نظر میں

مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی مرحوم لکھتے ہیں :-

"مصنف کی تمام کتابوں میں یہ کتاب شاہکار کی حیثیت رکھتی ہے، یہ کتاب اس لائق ہے کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی اس سے محروم نہ رہے اور اس لائق ہے کہ دینی مدارس کے نصاب میں اسے رکھا جائے"۔
("معارف" اعظم گڑھ)

مولانا سعید احمد اکبرآبادی نے لکھا ہے کہ :-

"شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے بعد یہ علم "اسرار شریعت" متروک سا ہو گیا تھا ...... بڑی خوشی کی بات ہے کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے ... اس علم کا احیاء ہی نہیں کیا بلکہ اسے آگے بھی بڑھایا ہے"۔
(رسالہ "برہان" دہلی)

مولانا سید احمد عروج قادری لکھتے ہیں :-

"فاضل مصنف نے اپنی بے حد قابل قدر کتاب میں ارکان اربعہ کی شرعی حیثیت، دین میں ان کی اہمیت، اجتماعی زندگی میں، ان کے مقام اور مقاصد اور اسرار سے بحث کی ہے ...... (اسرار شریعت کے نامور مصنفین کی کتابوں سے استفادہ) کے علاوہ خود مولانا کے احساسات و تاثرات، فہم و بصیرت نے اگلے علماء کے افادات میں چار چاند لگا دیے ہیں"۔
(رسالہ "زندگی" رامپور)

کتابت و طباعت دیدہ زیب، خوشنما و سادہ ڈسٹ کور، قیمت علاوہ محصول ڈاک، مبلغ پندرہ روپے

مجلس تحقیقات و نشریات اسلام، پوسٹ بکس ۱۱۹، ندوہ، لکھنؤ

افغانیوں کے نزدیک افضل ترین موت اللہ کی راہ میں ہے

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی)

اس بات سے سب واقف ہیں کہ افغانی قوم کا شمار ان قدیم قوموں میں ہوتا ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہزاروں سال سے بے بہا نعمتوں اور غیر معمولی قوتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔ افغانی قوم خدا کی ان بے بہا نعمتوں سے ہمیشہ بہرہ ور رہی۔ لیکن میں اپنے تاریخی ذوق سے مجبور ہو کر ایک سوال آپ کے سامنے رکھتا ہوں، وہ یہ کہ صدیوں تک افغانی قوم دنیا کی امامت و سیادت سے الگ تھلگ کیوں رہی؟ ایسی جسور و غیور، غیر معمولی ذہانت، قائدانہ صلاحیت، آہنی عزم اور عاقلانہ نظم سے مالا مال قوم ایک طویل مدت تک دنیا کی نظروں سے اوجھل اور قوموں کی سیادت و قیادت سے الگ کیوں رہی؟ اس عزلت و گوشہ نشینی کی کیا وجہ یہ تھی کہ افغانستان اور دنیا کے دوسرے ملکوں کے درمیان ایک آہنی دیوار حائل تھی؟ تاریخ کی شہادت تو یہ ہے کہ بلند و بالا برف پوش دشوار گذار پہاڑیاں کبھی غازیوں اور اولوالعزم فاتحوں کی راہ میں رکاوٹ نہیں، یہ سر بفلک پہاڑ کبھی بھی سلطان محمود غزنوی، شہاب الدین محمد غوری اور احمد شاہ ابدالی کے آہنی عزم کے سامنے رکاوٹ نہیں بنے، تو کیا یہ قوم قید و بند کی زندگی گذار رہی تھی یا ہاتھ پاؤں سے محروم تھی؟ اس قوم نے تو بارہا اپنی شجاعت کے جوہر چمکائے ہیں اور ہمیشہ فتح و کامرانی نے ان کے قدم چومے ہیں۔ یہ قوم اپنی سرسبز و شاداب چراگاہوں اور قدرتی دولتوں سے مالا مال اسی سرزمین پر کیوں قانع اور مطمئن ہو گئی؟ وہ کون سی شاہ کلید یا جادو کی وہ کون سی چھڑی تھی جس کے اثر سے اس قوم میں بلا کی تیزی اور چستی آ گئی اور ہزاروں سال کی یہ خوابیدہ قوم ایسی بیدار ہوئی کہ دوسری قوموں میں اس کی نظیر مشکل سے ملے گی، اس قوم نے اپنی تاریخ ساز شخصیتوں سے وہ کارنامہ انجام دیا جس کی تاریخ صدیوں پر محیط ہو گئی، افغانیوں کو جسور و غیور بنانے اور قائدانہ رول ادا کرنے میں تین اہم عنصر نے بنیادی حصہ لیا ہے۔

۱۔ اسلامی پیغام کی اہمیت و عظمت اور اس کے ساتھ ان کی شیفتگی و تعلق۔

۲۔ انسانیت دوستی اور خارجی دنیا کے بارے میں وسیع نقطہ نظر۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اور تائید پر کامل بھروسہ اور سعی و جد و جہد کے نتائج کا یقین۔

یہ وہ تین عناصر ہیں جن سے قوموں کے کردار کی تشکیل ہوتی ہے اور ایسی نئی طاقتور قوم وجود میں آتی ہے جو اپنی مخفی صلاحیتوں سے نئی تاریخ بناتی ہے۔

اسلام کی آمد سے پہلے افغانی قوم ایک بےمقصد زندگی گذار رہی تھی، وہ اپنی طاقت و شجاعت کو قبائلی نخوت و غرور بڑھانے اور اس کو تسکین دینے کے لئے استعمال کرتے تھے، ان میں جاہلی عربوں کی یہ صفت پوری طرح موجود تھی کہ:

"جب خطر پسند اور جنگ جو فطرت لوگوں کو اپنی شجاعت کے دکھانے کا موقع نہیں ملتا تو وہ اپنے ہی بھائی بندوں پر حملہ آور ہو جاتے ہیں۔"

عربی کے ایک دوسرے محاورے سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ: "جب عزم و شجاعت کی آگ کو جلانے کے لئے ایندھن نہیں ملتا تو خود ہی کو جلانے لگتی ہے۔"

اسلام کی آمد سے پہلے افغانی قوم صرف اپنے لئے جیتی تھی، تنگ جغرافیائی حدود میں محدود و محصور کنوئیں کے مینڈک کی طرح زندگی گذارتی تھی، انسانیت اور دنیا کے بارے میں ان کا نقطۂ نظر محدود تھا۔ لیکن اسلام کے آتے ہی یہ قوم بدل کر رہ گئی، جب اس کو یہ معلوم ہوا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جن کو خیر امت کا خطاب دیا گیا، ان کا کام لوگوں کو خدائے واحد کی طرف دعوت دینا، پیغام محمدی کو عام کرنا۔ اعلائے کلمۃ اللہ کا نازک اور اہم فریضہ ادا کرنا ہے، برائیوں اور بے حیائیوں سے روکنا ہے۔ تو انہوں نے گویا شاہ کلید کو حاصل کر لیا اور انہیں جادو کی وہ چھڑی مل گئی جس سے بڑے بڑے کارنامے انجام دے سکتے ہیں۔ اسلام نے افغانیوں کو نئے افق اور ایک وسیع دنیا، بہتر اور بلند و برتر مقصد سے آشنا کیا اور انہیں بتایا کہ عزم و شجاعت کا مقصد یہ نہیں ہے کہ قبائلی غرور کو تسکین دی جائے، معدہ کے لئے جنگ کی جائے۔ بندوں کا مقصد تخلیق یہ ہے کہ وہ لوگوں کو بندوں کی بندگی سے خدائے واحد کی اطاعت کی طرف اور دنیا کی تنگیوں سے وسعت کی طرف اور مذہب و ادیان کے ظلم و ناانصافیوں سے اسلام کے عدل و انصاف کی طرف دعوت دیں۔

افغانی قوم نے جیسے ہی اسلام کے اس ابدی پیغام کو سینے سے لگایا ان میں ایک نئی روح بیدار ہو گئی۔ یہ پیغام ان کے اعصاب اور ذہن و فکر پر پوری طرح چھا گیا، پھر انہوں نے وہ کارنامہ انجام دیا جس سے پوری دنیا واقف ہے۔ حالانکہ قوم وہی، آسمان و زمین وہی، آب و ہوا بھی وہی، عزم و شجاعت بھی وہی، لیکن اس پیغام نے ان کو نئی زندگی و توانائی عطا کر دی، اب ان کی نظر میں پوری انسانیت ایک خاندان اور پوری دنیا ایک گھر کی طرح ہو گئی، تمام لوگ آدم کی اولاد اور آپس میں بھائی بھائی تھے۔ کسی کو اگر کوئی برتری تھی بھی تو صرف تقویٰ کی وجہ سے۔ اگر اسلام کے آفاقی پیغام سے افغانی قوم روشناس نہ ہوتی تو اپنے باپ دادا کی طرح ظلم و جہالت کی تاریکی میں بھٹکتی رہتی۔

وہ اہم عنصر جس نے افغانیوں کو باوقار اور طاقتور قوم بنایا وہ ان کا خدا پر توکل، قضا و قدر پر ایمان اور تائید و نصرت الٰہی پر یقین کامل تھا۔ اس عنصر سے انہیں معلوم ہوا کہ موت کی حقیقت اور اس کی کیا قدر و قیمت ہے، جب انہیں یہ معلوم ہو گیا کہ موت ہر جگہ آسکتی ہے تو موت ان کی نگاہ میں ہیچ ہو گئی، جب انہیں اس حقیقت کا ادراک ہوا کہ سب سے افضل موت خدا کی راہ میں جان دینا ہے اور خود ان کی حیثیت خدا کی فوج کی ہے جس کے لئے خدا کی راہ میں نصرت و مدد بہر حال مقدر کر دی گئی: "وان جندنا لھم الغالبون، وان جندنا لھم المنصورون، وانا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیاۃ الدنیا وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین۔" ان آیات نے ان کی نگاہوں کے تمام پردے ہٹا دئے۔

اس موقع سے میں اس تابناک واقعہ کی طرف اشارہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں جب مدائن کی فتح کے موقع پر بپھرے ہوئے دریا کے کنارے قائد لشکر حضرت ابن ابی وقاصؓ نے حضرت سلمان فارسیؓ سے دریافت کیا کہ کیا ہم دریا میں کود جائیں یا پل بنا کر دریا عبور کریں۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے جو جواب دیا اس کو تاریخ کے صفحات نے محفوظ کر لیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ: "یہ دین تازہ اور نیا ہے مجھے پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو ضرور غالب کرے گا۔" حضرت سلمان فارسیؓ کا یہ جملہ بڑے گہرے حقائق و معانی اپنے اندر رکھتا ہے، یعنی جب یہ دین بالکل نیا اور تازہ ہے تو بالکل یہ فطری بات ہے کہ وہ اپنی اس بلندی اور عروج تک پہونچے جہاں تک پہنچنا اس کے لئے مقدر کر دیا گیا ہے۔ چونکہ اس دین کے لئے یہ فیصلہ کر دیا گیا ہے کہ وہ قوموں کی تعمیر و تشکیل میں قائدانہ رول ادا کرے اس لئے اس کو غالب و فاتح ہونا چاہئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے بلا جھجک اپنے گھوڑے کو دریا میں ڈال دیا اور پوری قوم پار اتر گئی۔

جب ایرانیوں نے اسلامی فوجوں کو آتے دیکھا تو "دیواں آمدند، دیواں آمدند" پکار اٹھے، گویا یہ معمولی انسانوں کے بس کی بات نہ تھی۔

ہندوستان جیسے وسیع ملک کا فتح کرنا معمولی انسانوں کا کام نہ تھا، یہ کام وہی لوگ انجام دے سکتے تھے جن کی نگاہوں میں موت ہیچ ہو گئی ہو، اور جہاد کو سب سے مقدس مشن اور زندگی کا سب سے قیمتی کام سمجھتے ہوں۔ سلطان محمود غزنوی نے ہندوستان پر سترہ بار حملے کئے، ان تمام حملوں میں وہ کامیاب و کامران رہا، وہ ایک ماہر شکاری اور مشاق کھلاڑی کی طرح پورے ملک میں جہاں چاہتا چلا جاتا اور فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑ دیتا، اس کی زبردست جرأت و ہمت کی وجہ یہی تھی کہ موت اس کی نظر میں ہیچ تھی، جہاد کرنا سب سے بڑی عبادت سمجھتا تھا۔

جن عناصر کا میں نے ذکر کیا ہے وہ

(بقیہ صفحہ ۲ پر)

المیہ افغانستان اور اسکے خطرناک نتائج

شمس تبریز خاں

۲۷ دسمبر ۱۹۷۹ء کو سوشلسٹ انقلاب، سماجی انصاف اور انسانی مساوات کے علمبردار، غریبوں اور مزدوروں کے غمخوار سوویت روس نے اپنے ایک چھوٹے پڑوسی اور غیر جانبدار مسلم ملک افغانستان میں تقریباً اپنی ایک لاکھ فوج اتار دی اور اس کھلی ہوئی جارحیت اور ایک دوسرے ملک میں مداخلت کے جواز کے لیے ملکی حکومت کی مفروضہ دعوت نامے کو بہانہ بنایا مگر یہ عجیب بات ہے ان ناخواندہ مہمانوں نے نہ صرف یہ کہ میزبان حکمرانوں کو قید کر دیا بلکہ سربراہ مملکت حفیظ اللہ امین اور ان کے پورے خاندان کو بے دردی کے ساتھ قتل کر دیا جس کے نتیجے میں سردار امین کے چھوٹے بھائی اب باغی مسلم مجاہدین کی صف میں شامل ہو گئے ہیں۔

روس کے اس دروغ بے فروغ کی مذمت یورپ و امریکا اور دنیا کے ۱۰۴ ممالک نے جنرل اسمبلی میں کی ہے اور اسے افغانستان سے اپنی فوجیں ہٹا لینے کو کہا ہے مگر روس اور اس کی حلیف افغان حکومت کی دعوت اور امریکی مداخلت کو بہانہ بنا کر اپنی جارحیت پر ہٹ دھرمی کے ساتھ اصرار جاری رکھے ہوئے ہیں اور ایک مفروضہ موہوم جارحیت سے پہلے ہی حقیقی جارحیت کا ارتکاب کر رہے ہیں ان کے اس جھوٹ کی قلعی اس سے بھی کھلتی ہے کہ آج تین ہفتوں کے بعد بھی افغانی عوام روسی جارحیت کا مقابلہ جگہ جگہ بے جگری کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہیں اور روس و چین کی سرحد سے ملے ہوئے شمال مشرقی افغانستان کے صوبہ بدخشاں، مشرقی صوبہ نورستان اور پاکستان کے صوبہ سرحد سے ملے ہوئے جنوبی افغانستان میں درۂ خیبر سے لے کر غزنی و قندھار تک اسلامی مجاہدین، جہاد آزادی برپا کئے ہوئے ہیں۔

روسی جارحیت کی سنگینی کا جائزہ

اس سے ہوتا ہے کہ روسی فوجوں نے کابل میں داخلہ کے بعد افغان فوجیوں کی بغاوت کے خطرے سے بچنے کے لیے بیشتر فوجیوں کو غیر مسلح کر دیا یا بارکوں میں نظر بند کر دیا۔ اور صرف فوج ہی کو معطل نہیں کیا بلکہ پولیس اور انتظامیہ پر بھی قبضہ کر لیا اور ٹریفک تک کا بھی نظم سنبھال لیا کابل۔ تاشقند شاہراہ کے ذریعہ فوجی گاڑیاں بھاری تعداد میں آتی رہتی ہیں ٹینکوں، بکتر بند گاڑیوں، توپخانوں کا ایک تانتا بندھا ہوا ہے۔ پہاڑی مقامات پر چھپے ہوئے مجاہدین کو نشانہ بنانے کے لیے ہیلی کوپٹر استعمال کئے جا رہے ہیں جن میں توپیں اور مشین گنیں فٹ ہیں اس کے علاوہ ہوائی حملے کیے جا رہے ہیں اور نیپام بم گرائے جا رہے ہیں جو روئے زمین پر زندگی کے تمام آثار کو معدوم کر دیتے ہیں۔

حفیظ اللہ امین کے دور میں مشہور حضرت شمس عالم دھونی ملائے شوربازار کے جانشین اور سلسلۂ مجددیہ کے شیخ نور اللہ شیخ ابراہیم مجددی کو شہید کر دیا گیا اور ان کی گرفتاری کے وقت ان کی حویلی کو بھی تباہ کر دیا گیا جس میں عربی و فارسی کی بارہ ہزار نادر قلمی کتابیں بھی تھیں۔ نمازیوں سے بھری ہوئی مسجدوں کو شہید کر دیا گیا اور دینی آثار کو بے دردی کے ساتھ تباہ کر دیا گیا حتیٰ کہ سلطان محمود غزنوی کے مزار کو بھی نہیں بخشا گیا جو ایک تاریخی یادگار تھا۔ علماء و مشائخ اور قومی و ملی غیرت رکھنے والے افغانوں کو چن چن کر ختم کیا جا رہا ہے اور دینیت کے مرکزوں کو ایک ایک کر کے نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ یہ سب باتیں کمیونزم کی روایتی اسلام دشمنی کے ایک نمونے کی حیثیت سے رکھتی ہیں۔ روس کے زار سلطنت عثمانیہ کے ساتھ ہمیشہ سے دشمنی کا برتاؤ کرتے رہے اور ۱۸۵۷ء کی جنگ میں افغانستان کی سرحد پر انگریزی ایمپائر کے سبب رک جانا پڑا۔ مگر افغانستان پر روس کی نظر ہمیشہ لگی رہی اور وہ وہاں ریشہ دوانیاں کرتا رہا، ۱۹۱۷ء کے اکتوبر انقلاب کے بعد روس کے توسیعی عزائم کو ایک آئیڈیالوجی کا بھی سہارا مل گیا اور اس نے عوامی مفاد کے نام پر ترکستان کی مسلم ریاستوں کو ہڑپ کر لیا اور رفتہ رفتہ مشرقی یورپ کے ان ممالک میں کمیونسٹ حکومت قائم کر دی جو کبھی سلطنت عثمانیہ کے زیر حکومت تھے۔

شاہ محمد ظاہر شاہ کے عہد میں روس کا اثر

بڑھا سڑکوں اور بڑے سڑکوں کی تعمیر ہوئی مختلف صنعتوں اور اسکیموں کا قیام ہوا اور مدد کے پردے میں سیاسی استحصال کیا جاتا رہا۔ جب ظاہر شاہ روسی عزائم کی راہ میں حائل ہوئے تو سردار داؤد خاں کے ذریعہ ان کا تختہ پلٹ دیا گیا پھر داؤد خاں کو بھی اپنی راہ کا پتھر سمجھ کر نور محمد ترہ کی کے ذریعہ گرا دیا گیا اور پھر قتل و غارت کا وہی سلسلہ ترہ کی اور حفیظ اللہ امین کے خلاف بھی استعمال کیا گیا اور پھر اس کے بعد عالمی رائے عامہ اور بین الاقوامی قانون و اخلاقی اصول کو بے شرمی کے ساتھ پامال کرتے ہوئے اپنے ایجنٹ اور حقیقی وفادار کامریڈ ببرک کارمل کی کٹھ پتلی حکومت کے نام پر افغانستان پر روس کا اقتدار مسلط کر دیا گیا اس عوامی حکومت کا پہلا مطالبہ ہے کہ افغانی فوج اور حکام کو معطل کر دیا گیا ہے اور روسی فوجیں بڑے بڑے شہروں میں لوٹ مار کر رہی ہیں ان فوجیوں کی اخلاقی حالت کا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ افغانوں کے مکانوں میں انھیں بڑی تلاش امریکی سگریٹوں اور ساز و سامان کی رہتی ہے۔

موجودہ روسی جارحیت کا ایک بڑا سبب اس اسلامی بیداری کی سرکوبی کرنا اور روس سے اپنے مسلم علاقوں کو محفوظ رکھنا ہے۔ جو پندرہویں صدی ہجری کی آمد کے ساتھ عالمی سطح پر محسوس کی جا رہی ہے اور جس سے استعماری و استبدادی طاقتیں خوفزدہ ہیں۔ روس کے اس جارحانہ اقدام کے اسباب میں ایک نظریاتی کمزوری کو اپنی فوجی طاقت کے پردے میں چھپانا اور اپنے مخالفوں کو خوفزدہ کرنا بھی ہے وہ دہشت پسندی اور طاقت کی سیاست پر ایک عرصے سے کاربند ہے اور اپنے حریفوں کو جارحیت کے حربے سے شکست دیتا آ رہا ہے۔ اس جارحیت کے

←

بہترین چائے کا قابل اعتماد مرکز
عباس علاء الدین اینڈ کمپنی
نمبر ۲۰ حاجی بلڈنگ (اسی) پٹیل روڈ
لال بازار بمبئی نمبر ۳
TELEGRAM:- CUP, KATTLY
PHONE No. 332220
اسپیشل مکسچر | کپ برانڈ
اسپیشل ممری | گولڈن ڈسٹ
ہوٹل مکسچر | فلاور بی او پی

مولانا سید حسن مثنیٰ ندوی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ــــ سراپا حسن و کمال

میانہ قد، موزوں اندام، سرخ و سفید رنگ، چوڑی پیشانی، ابرو پیوستہ و کماندار آنکھیں سیاہ و سرمگیں، گھنی اور لمبی پلکیں، ناک درازی مائل ستواں، چہرہ کھلا اور ہلکا پھلکا، دہانہ کشادہ، دانت ہموار اور ریخدار، گردن اونچی، سر بڑا، سر کے بال لمبے مگر نہ بہت پیچاں نہ بالکل سیدھے، داڑھی گھنی، سینہ کشادہ، شانے ابھرے ہوئے، مونڈھوں کی ہڈیاں بڑی، سینے سے ناف تک لمبے بالوں کی ہلکی تحریر، شانوں کلائیوں پر گھنے بال، ہتھیلیوں پر گوشت اور چوڑی کلائیاں لمبی، پاؤں کی ایڑیاں نازک اور ہلکی، تلوے ذرا خالی، اعضا میں اعتدال اور تناسب، بدن کی جلد ملائم۔

یہ ایک تصویر ہے قلمی اور خوبصورت تصویر ہے، جو دیکھے گا بے ساختہ پکار اٹھے گا کہ حسین!! سراپا حسن، سرتاپا جمال۔

آواز میں کھنک اور صفائی، گفتگو میں شیرینی و دلآویزی، چلنے میں ٹھہراؤ اور توازن، باتیں نہ زیادہ نہ کم، انداز میں غور و فکر کی متانت اور وقار، ہنسی کے بجائے تبسم، مسرت کے وقت آنکھیں گلاب رخسار میں چمکتی اور ابھرتی، بدن میں سادہ لباس اکثر سفید قمیص اور تہبند اور اوپر سے عبا یا دھاری دار چادر، سر پر عمامہ اکثر سیاہ، پاؤں میں سادہ چپل، بحیثیت مجموعی خوش لباس نفاست پسند، صفائی ستھرائی اور خوشبو سے رغبت، ملاقات کے وقت سلام اور مصافحے میں پہل، مزاج میں سادگی اور تواضع، نرمی اور شگفتگی، کسی مجمع میں نمایاں ہو کر بیٹھنے سے پرہیز، گفتگو کے وقت جب تک دوسرا اپنی بات کہہ کر چپ نہ ہو جائے خاموشی پر عمل، مجلس کی شگفتگی اور جذب ظرافت میں شرکت، تکلف، تصنع اور غلو سے پرہیز، طبیعت میں جود و سخا و ایثار، حسن خلق، حسن معاملہ، صداقت و دیانت اور ایفائے عہد کا مجسمہ، عدل و انصاف اور فیاضی و مہمان نوازی کا نمونہ، کسی کا احسان نہ لینا خود احسان کرنا دوسروں کے کام آنا۔ عیب جوئی اور بدگوئی دونوں سے نفرت، امارت، تکلف اور عیش و عشرت سے اجتناب، سب کے ساتھ اخلاق و مساوات کا برتاؤ، نہ کسی کی غیبت کرنا نہ کسی کی غیبت سننا، صبر و شکر اور قناعت کی زندگی، عفو و حلم اور ضبط و تحمل میں بے مثال، دوست تو دوست دشمنوں کے ساتھ بھی حسن سلوک، چھوٹوں کا خیال، بڑوں کا لحاظ، بیماروں، پریشان حالوں، غریبوں اور حاجت مندوں کی فکر، محروموں اور مظلوموں کا درد، سراپا رحمت، سراپا محبت، صاحب عزم و حزم، صاحب ہمت و شجاعت، صاحب عصمت و عفت اور صاحب امانت و دیانت۔

یہ ہے ایک مرقع! مزاج کا، طبیعت کا اور خوبصورت مرقع ہے جو دیکھے گا بے اختیار بول اٹھے گا کہ بہترین! ہر خوبی و ہمہ کمال۔!!

دنیا میں دو چیزیں اپنے اندر بہت بڑی قوت اور بہت بڑی کشش رکھتی ہے۔ ایک حسن صورت دوسری حسن سیرت۔ انسانیت خواہ کتنی ہی پسماندہ رہی ہو یا اب کتنی ہی ترقی یافتہ ہو جانے کی مدعی ہو حسن صورت اور حسن سیرت کی قوت کشش اور مقبولیت کا درجہ جو پہلے تھا وہی آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا اور جو کہیں حسن صورت و سیرت دونوں کا امتزاج ہو جائے تو پھر اس سے بڑی دنیا میں اور کوئی دوسری چیز نہیں۔

یہ بھی کہ انسانی اعضا بدن کی تعمیر اور انسانی مزاج و سرشت کی تشکیل فطرت خود ہی کرتی ہے ہاتھ پاؤں اور ناک کان سب اس کے بنائے ہوئے ہیں اور طبیعت بھی اسی کی بنائی ہوتی ہے چنانچہ طبیعت کو ہم طبیعت اسی بنا پر کہتے ہیں لیکن اس سے انسان کی بے بسی اور بے اختیاری ثابت نہیں ہوتی بلکہ یہ ثابت ہے کہ انسانی اختیارات و حدود شروع کہاں سے ہوتے ہیں اور ان کا لفظ آغاز کیا ہے ظاہر ہے کہ انسان اپنے اسی دائرے میں بلاشبہ مختار ہے انسان کے اردگرد مختلف قسم کے دائرے کھنچے ہوئے ہیں انسان اپنے پیدا ہونے پر تو بیشک قدرت نہیں رکھتا لیکن پیدا ہو چکنے کے بعد وہ زندگی بھر صاحب ارادہ اور صاحب اختیار ہے حسن صورت اور حسن سیرت کی اساسی بنیاد بھی فطرت ہی رکھتی ہے یعنی چوکھٹا وہی تیار کرتی ہے اور یہ کام ہمارا ہوتا ہے کہ چاہیں تو اس چوکھٹے کو بنائیں چمکائیں اور سنواریں یا بگاڑ کے رکھ دیں روزمرہ کی زندگی میں انسان کا اپنا تصرف و اختیار برابر جاری رہتا ہے اور اسی کے نتائج اس پر مرتب ہوتے ہیں

برے خیالات چہروں کو مسخ کر دیتے ہیں، یہ تحقیق علم جدید ہی کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ چہروں کا حسن و جمال بڑی حد تک سیرت و کردار کے حسن و جمال پر ہوتا ہے دوسرے لفظوں میں یوں کہئے کہ اچھے خیالات اور پاکیزہ افکار چہروں کو جلا بخشتے ہیں، نکھارتے ہیں۔ سیرت و کردار کی تشکیل و تعمیر کا معاملہ تشکیل صورت کے مقابلے میں یقیناً انسان کا بہت بڑا اختیاری معاملہ ہے اور فطرت کا اٹل تقاضہ بھی کہ انسان اپنے اس اختیار کو استعمال کرے آدمی کو سچ بولنا چاہیے لیکن کیوں سچ بولنا چاہیے؟ یہ سچ ہے کیا بلا؟ جواب یہ ہے کہ جو بات یا جو واقعہ اپنی اصلی حالت اور حقیقت میں ہو اگر اسی کو کسی کے سامنے پیش کرنا ہو تو اسی اصلی حالت اور حقیقت میں پیش کیا جائے توڑا نہ جائے مروڑا نہ جائے ورنہ وہ بات یا وہ واقعہ وہ باقی نہ رہے گا جو تھا وہ جھوٹ ہو جائے گا۔

انسان طبعی طور پر اجتماعی ہے لہٰذا اس گروہ کا کوئی فرد جب سچ نہیں بولتا یعنی جھوٹ بولتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نوع الطبعی گروہ کا ایک فرد دوسرے فرد یا افراد کے ذہن و فکر اور حقوق و حدود کو غلط طور پر متاثر کرتا ہے جس کے بعد لازماً اسی غلط کا ایک سلسلہ چل پڑتا ہے اور پھر اس کے نتائج یعنی اس فرد کا جھوٹ پورے معاشرہ انسانی کے ان تمام واجبات و حقوق کو درہم برہم کر کے رکھ دیتا ہے جو سوشل ایتھک کی حیثیت سے اس گروہ کے ایک ایک فرد پر طبعاً اور فطرتاً عائد ہیں لہٰذا آدمی کو سچ بولنا چاہیے کیونکہ گفتار آئینہ ہے افکار کا اور افکار کی صحت پر بنیاد ہے سیرت و کردار کی یہ سب باتیں آپس میں لازم و ملزوم ہیں اس لیے بات صرف سچ بولنے یا نہ بولنے تک محدود نہیں رہتی اس سے پوری زندگی متاثر ہوتی ہے فرد کی بھی اور جماعت کی بھی اور پھر شاخ در شاخ بگاڑ پیدا ہوتا چلا جاتا ہے یہ ایک چھوٹی سی مثال ہے جیسی ملکیت ہے علم المدن اور علم المعاشرہ کی، حق تو یہ ہے کہ جو سیوکس سوشیالوجی کے نام سے مشہور ہے بجائے خود اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حیات انسانی کی جو راہ فطرت نے متعین کی ہے اس کی بنیاد حسن سیرت و کردار ہی پر قائم ہے

کوئی جھوٹ نہ بولے، جھوٹی قسمیں نہ کھائے، وعدہ خلافی نہ کرے، خیانت اور بددیانتی نہ کرے، دغابازی اور غداری نہ کرے کسی کی چغلی نہ کھائے، غیبت اور بدگوئی نہ کرے، دوروئے پن اور منافقت سے بچے بدگمانی نہ کرے، مذاق و مخشاو سے دامن بچائے بخیل نہ بنے، حرص و طمع میں مبتلا نہ ہو، بے ایمانی نہ کرے، چوری نہ کرے ڈاکہ نہ ڈالے، ناپ تول میں کمی نہ کرے، رشوت نہ لے رشوت نہ دے، سود خوری نہ کرے، شراب خوری نہ کرے، دہشت نہ کرے، غیظ و غضب اور بغض و کینہ سے پرہیز کرے ظلم نہ کرے، فخر و غرور اور تکبر میں نہ پڑے، رنگ کا رعب نہ کرے، خود بینی و خود نمائی نہ ہو فضول خرچ نہ ہو حاسد نہ ہو، ممسک نہ ہو، مال و دولت کا روگ دل کو نہ لگائے

یہ سبھی باتیں ہیں اور اچھائی یہ ہیں کہ آدمی سچ بولے عفو و درگزر کو اپنائے صبر و توکل کا عادی ہو اپنے حق پر قائم رہے صاحب استقامت ہو، صاحب عزیمت ہو حق کی راہ میں مال دے، جان دے، سخاوت و خیر کا سلیقہ ہو، کسی کے عمل میں درمیانہ روی ہو، عزیزوں، قرابت داروں، یتیموں، مسکینوں اور پڑوسیوں کے ساتھ نیک سلوک کرے، مسافروں اور سائلوں کا معین و مددگار ہو، غلاموں، کمزوروں اور قیدیوں کے ساتھ احسان کرے، امانت دار ہو، دیانت دار ہو، عہد کرے تو پورا کرے معاہدوں کا لحاظ رکھے، بھلائی کرے، لوگوں کے درمیان محبت پیدا کرے، ملاقاتوں میں ایک دوسرے کو بھلائی اور سلامتی کی دعا دے، بات کرے تو نرمی سے کرے صلح جو، دوست شناس، اتحاد پسند اور منکسر المزاج ہو تمام اہل ایمان کو بھائی جانے تمام انسانوں کو بھائی سمجھے اکل حلال اختیار کرے، تجارت کرے، روزی کمائے لوگوں کو اچھی باتیں سکھائے، برائیوں سے بچائے صاحب ایثار و تحمل ہو عدل و انصاف کا خوگر ہو، پاکباز ہو، ضعیفوں اور کمزوروں کے حق کو پہچانے اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرے، ثابت قدمی، استقلال اور شجاعت کی خوبیوں سے آراستہ ہو۔

بیماروں کی عیادت کرے بھوکوں کو کھانا کھلائے اور اس کی یہ ساری نیکی بے غرض ہو، اس کے دل میں تقویٰ اور پاکیزگی ہو شرم و حیا، غیرت، خودداری، خوش خلقی، خوش گفتاری، قناعت و استغنا، کم خوری، کم گفتاری اور دردمندی اس کی عادت ہی نہیں اس کا مزاج ہو۔

دل پکار اٹھے گا کہ واقعی صحت مند معاشرہ انسانی کے اجزائے ترکیبی تو یہی ہیں آدمی کو انسان بنانے والی سیرتیں اور سوشیولوجی تو یہی ہے پھر جو شخص ان صفات و کردار کا حامل ہو، زندہ نمونہ ہو، تو وہ انسان ہی نہیں بلکہ انسان کامل ہے اور دنیا چاہتی ہے

تاریخ بتاتی ہے کہ ایسی ایک ذات دنیا کی اسی بھری محفل میں آئی اور اس ایک نے منصۂ شہود پر آیا جو سراپا حسن و جمال سراپا خوبی و کمال تھا اس نے مذکورہ تمام مکارم اخلاق کو چلتی پھرتی صورت میں مجسم کر دکھایا مثال قائم کر دی، بتلا دیا کہ انسان ایسا ہونا چاہیے اس نے لوگوں کے ایک انتہائی وحشی گروہ کو جو بالکل بے لگام تھا انسانیت کے ڈھانچے میں ڈھال دیا، انسان بننے کے اصول و قوانین مرتب شدہ صورت میں سامنے رکھ دیے بلکہ نافذ کر دیے تعلیم بنا کبھی عطا کر دی ایک آئیڈیل سوسائٹی بھی قائم کر دیا اور کہا کہ۔

تمہارا خالق، اللہ ہے سب کا خالق اللہ ہے ساری کائنات کا، اسی نے پیدا کی ہے ساری کائنات ایک اصول کے تحت وہ چلتی ہے اسی پوری کائنات کا ایک سبب اور منتہیٰ ہے تم بھی اس کائنات کے اندر ہو تم بھی ایک اصول کے ماتحت ہو۔ یہ سارے اصول اسی اللہ نے بنائے ہیں لہٰذا جو ان اصولوں کے دائرے میں ہے وہ ٹھیک ہے، مناسب ہے، برمحل ہے اور جو نہیں ہے وہ غلط ہے، نامناسب ہے، بے محل ہے انسان کی فطرت کا خالق بھی اللہ ہی ہے اور اس کی فطرت کے درست، مناسب اور برمحل ہونے کی لائن بھی اسی نے بنائی ہے جو اس لائن پر چلے گا اس کے اصولوں کے دائرے میں رہے گا وہ درست ہوگا مناسب ہوگا برمحل ہوگا یعنی صحیح معنوں میں فطری ہوگا یعنی انسان ہوگا وہ انسان جس کی اشد ضرورت ہے وہ انسان جو انسانی برادری کا شعار اور صحت مند فرد ہے وہ انسان جو انسانی معاشرے کی وحدت کو اپنی لوٹ کھسوٹ اور عداوتوں سے پارہ پارہ کرنے کی بجائے اسے یکجا اور مضبوط و مستحکم کرتا ہے وہ انسان جس کا نعرہ یہ ہے کہ

(ترجمہ) تمہارا پروردگار ایک ہے اور تمہارا باپ بھی ایک ہے تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے تم میں سب سے مکرم اللہ کے نزدیک وہی ہے جو سب سے زیادہ صاحب تقویٰ ہے

تاریخ بتاتی ہے کہ ایک انسان کامل نے ایک ہادی برحق نے بنی آدم کو ان کی حقیقت کہانی کو سمجھو تو سبھی خالق کائنات کی آیات کیا کہتی ہیں۔ وہ کہتی ہیں

(ترجمہ) اے لوگو ڈرو اپنے پروردگار سے جس نے تمہیں ایک جوہر حیات سے نفس واحد سے پیدا کیا پھر اس سے اس کا ایک جوڑا پیدا کیا پھر ان دونوں سے بکثرت مرد و عورت پھیلا دیئے۔

اسی نے خالق کے کلام کا ارشاد نقل کیا

(ترجمہ) اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہیں شعوب و قبائل کی صورت صرف اس لئے دی تاکہ یہ فرق و تمیز ایک دوسرے کی پہچان کا ذریعہ بنے ورنہ تم سب میں سب سے زیادہ مکرم اللہ کے نزدیک تو وہی ہے جو سب سے زیادہ صاحب تقویٰ ہے

بنی نوع انسان کو آواز دینے والی اس سراپا حسن و جمال و سرتاپا خوبی و کمال شخصیت نے پیغام حیات دیا اور کہا کہ یہ پیغام خدا کی طرف سے ہے جس نے ہم کو پیدا کیا، کائنات کو پیدا کیا اس کے سوا کوئی دوسرا خالق نہیں ہے

تو یہ کون تھا جس نے یہ مشعل اٹھائی، بنی نوع انسان کو آواز دی، پوری انسانیت کو مخاطب کیا اور منزل مقصود کی اصل راہ دکھائی۔

وہ سراپا حسن و جمال اور سرتاپا خوبی و کمال، وہ انسان کامل کون تھا۔

(بقیہ صفحہ ۲۳ پر)

دوسرے اسباب ہیں اپنے لیے بحری راستے کی بحالی اور ایران یا پاکستان کے راستے خلیج عرب اور عرب ممالک کو اپنے حلقۂ اثر میں لاتے ہوئے بحر روم اور پھر درہ دانیال تک پہونچنا ہے۔ اس نے امریکا اور ایران کے موجودہ تنازعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے افغانستان پر اسی لیے حملہ کیا کہ امریکا یا یورپی ممالک کوئی بڑی جوابی کارروائی نہیں کر سکیں گے۔

امریکا نے اس سلسلے میں جو بھی اقدام کئے ہیں وہ ناکافی اور غیر موثر ہیں گیہوں کی رکاوٹ کے بارے میں برژنیف کا بیان آ چکا ہے کہ اس سے روس پر کوئی اثر پڑنے والا نہیں کیونکہ اس کے پاس محفوظ ذخیرے کی کمی نہیں۔ روس نے اپنے تازہ بیان میں کہا ہے کہ اس سے خود امریکی کسانوں کو نقصان پہونچے گا ایک کارروائی روس کو ماہی گیری کی سہولتوں سے محروم کرنا اور ماسکو اولمپک کا بائیکاٹ بھی ہے۔ جس کی مخالفت سینیٹر کینیڈی کی طرف سے یہ کہہ کر کی جا رہی ہے کہ کھیل کو سیاست سے الگ رکھنا چاہیے اور امریکی کھلاڑیوں کو زیادہ سے زیادہ طلائی تمغوں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے ان امریکی اقدامات کو امریکا کے متعدد اخبارات نے ناکافی اور مضحکہ خیز بتایا ہے اور ایک اخبار نے انہیں تلوار کے جواب میں سوئی چبھونے سے تعبیر کیا ہے امریکا اور مغربی ممالک کے رویے سے بہر حال اتنا تو بالکل ظاہر ہو گیا ہے کہ انہیں کسی ملک سے کوئی دلچسپی اور ہمدردی نہیں بلکہ اصل دلچسپی اور فکر اپنے مفادات کی ہے اور وہ جو مدد کرتے ہیں اس سے کہیں زیادہ بلکہ سود در سود کے ساتھ قرض دار ممالک سے وصول لیتے ہیں اس لیے عالم اسلام اور تمام چھوٹے اور ترقی پذیر ممالک کو بڑی طاقتوں سے دور رہتے ہوئے اپنے وسائل و ذرائع کو کام میں لا کر خود کفیل بننے، اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے اور اپنے بازو پر اعتماد کرنے کی راہ اپنانی چاہیے۔

خلیج کے ممالک کے ساتھ اس روس کے حملے کی زد میں برصغیر ہند و پاک بھی ہے۔ روس افغانستان میں استحکام حاصل کر لینے کے بعد پاکستان اور پھر ہندوستان کی طرف پیش قدمی کرنے میں اپنی دیرینہ توسیع پسندی سے کام لے گا اور اس طرح پورے ایشیا پر کمیونزم کو زبردستی ٹھونسنے کی کوشش کرے گا۔

گو صورت حال کا یہ امید افزا پہلو ہے کہ برصغیر کے دور بیں اور دوراندیش حلقے اس متوقع خطرے کو محسوس کرنے لگے ہیں۔ اور وہ برصغیر بلکہ پورے جنوب مشرقی ایشیا کو بڑی طاقتوں کے اثرات سے پاک رکھنے کی خواہش ظاہر کر رہے ہیں اور فی الحال ہند و پاک اور بنگلہ دیش کو پُرامن بقائے باہم اور دوستی کے معاہدے کا مشورہ دے رہے ہیں اگر اس طرح کی کوئی تجویز عملی شکل اختیار کرتی ہے اور روس و امریکا دونوں پر انحصار و اعتماد ختم کر دیا جاتا ہے تو یہ ایک بہتر چیز ہوگی اور اس خطے کی آزادی اور استحکام برقرار رہ سکے گا۔

جہاں تک افغانستان کے دفاع کا سوال ہے اس کی ذمہ داری افغان مسلم مجاہدین اپنی ملی غیرت اور ایمانی قوت کے ساتھ سنبھالے ہوئے ہیں۔ چھاپہ مار دستوں کی قیادت مولوی محمد نبی محمدی (حرکت انقلاب) پروفیسر برہان الدین ربانی (جمعیۃ اسلامی) اور علامہ صبغۃ اللہ مجددی (محاذ آزادی) غلب الدین حکمت یار (حزب اسلامی) طاہر بدخشانی برادر نسبتی موجودہ نائب وزیر اعظم سلطان علی کشتمند کر رہے ہیں، بامیان کے قبائلی اور ہزارہ جات کے شیعہ بھی سرگرم ہیں، رعد اور شعلۂ جاوید نامی چھاپہ مار دستے بھی متحرک ہیں، خود کابل میں نصیر الاسلام نام کی جماعت مصروف جہاد ہے، لیکن بیان اتحاد اسلامی، کے قیام کے بعد بھی ابھی چھاپہ مار تنظیموں کی سرگرمیاں میں تنظیم و اتحاد اور وسائل کی سخت کمی محسوس کی جا رہی ہے۔ افغانی عوام اور مجاہدین کی نظریں عالم اسلام کی طرف لگی ہوئی ہیں جس کے ساتھ وہ ایمانی و ثقافتی رشتوں میں منسلک ہیں۔ اسی کے ساتھ ہندوستان کو بھی اپنے پڑوسی اور دوست افغانی عوام کے حق خود اختیاری، عوامی آزادی کی بحالی کے لیے آواز اٹھانا اور بیرونی مداخلت و جارحیت کی کھل کر مذمت کرنا چاہیے کیونکہ ہندوستان کی آزادی کے سلسلے میں افغانیوں کی خدمات کے علاوہ یہ ایک انسانی تقاضا بھی ہے۔

خاص طور پر عالم اسلام کو روسی جارحیت کے خاتمہ اور روسی فوجوں کی فوری واپسی کے لیے جو ممکن قدم اٹھانا چاہیے اور بطور احتجاج اس سے ہر قسم کے تعلقات منقطع کر لینے چاہیے۔ عالم اسلام کا کوئی بڑا اور موثر قدم اٹھانا بھی اس وقت کافی ہوگا اور کسی بڑی طاقت سے مدد لینے کی ضرورت نہ رہے گی۔

مگر روس دوست مسلم ممالک سے یہ اندیشہ ہے کہ وہ ایسے وقت بھی اسلامی اتحاد کے قائل نہ ہوں گے چنانچہ ۲۶ جنوری کو اسلام آباد میں ہونے والی مسلم وزرائے خارجہ کی کانفرنس کی مخالفت ان حلقوں کی طرف سے شروع ہو گئی ہے اس لیے عالم اسلام کو ایسے منافق اور باطل پسند ممالک کا بھی بائیکاٹ کرنا اور ان کو اسلامی اتحاد پر مجبور کرنا چاہیے۔ اگر عالم اسلام نے افغانستان کے المیہ کے دور رس اثرات اور خطرناک نتائج کو محسوس نہیں کیا اور اس کے لیے بروقت اقدامات نہیں کیے تو اس اشتراکی سرطان سب سے پہلے عالم اسلام اور پھر ایشیا و افریقہ کو اپنی گرفت میں لے لے گا۔ اور پھر اس کی زد سے یورپ و امریکا بھی نہیں بچ سکیں گے اور دنیا سے مذہب و اخلاق اور شرافت و انسانیت کا خاتمہ ہو جائے گا اور دنیا ایک وسیع جیل خانے میں بدل جائے گی جس میں حکمراں ٹولی کے سوا کوئی خوش نہ ہوگا اور اپنے ضمیر کی آواز کو کچلنے پر مجبور ہوگا۔ ●●

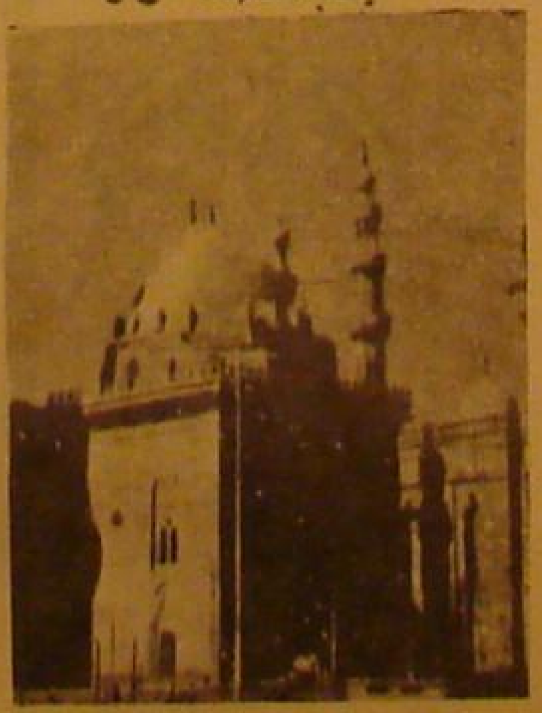

بمبئی میں
خالص گھی اور میوہ جات سے بھرپور
مٹھائیاں اور حلویات
عمدہ و لذیذ
سلیمانی افلاطون
اس کے علاوہ خصوصی پیش کش
ڈرائی فروٹ برفی
کیک کیک ● قلاقند ● ملائی ● برفی ● کوکو ملائی برفی
ہر قسم کے تازہ و خستہ
بسکٹ
اور
نان خطائیاں
خریدنے کا قابل اعتماد مرکز
سلیمان عثمان مٹھائی والے
مینارہ مسجد کے نیچے، بمبئی
فون 320059
برانچ: ۳۳۔ محمد علی روڈ بمبئی ۳

اسلامی بنک

شراکت و مضاربت کے اصول پر سرمایہ کاری کا کامیاب تجربہ

تحقیق و ترجمہ: رضیہ حجیش

احیائے اسلام کی لہر کے ساتھ ہی مشرق اوسط میں اسلامی بنک نمودار ہونا شروع ہو گئے ہیں جو کہ مغربی طرز کے بنکوں کے برعکس اسلام کے معاشی قوانین کے مطابق چلائے جا رہے ہیں۔ ان بنکوں کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ نہ تو قرضوں پر سود وصول کرتے ہیں اور نہ ہی جمع شدہ رقم پر سود ادا کرتے ہیں کیوں کہ قرآن نے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ جبکہ مغربی طرز کے روایتی بنک سود کے بغیر بینکنگ کا کاروبار کر ہی نہیں سکتے۔ قرآن مجید میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے جس کا مفہوم اس طرح ہے کہ جو لوگ سود کھاتے ہیں وہ قیامت ...

بنک اپنے قرضوں پر سود نہیں لیتے بلکہ سرمایہ کاری کے منافع میں حصہ دار ہوتے ہیں

ان تمام اسلامی بنکوں کا انتظام کاروبار ... رہے ہیں

وائزمین اور دیگر صیہونی رہنماؤں نے لینن کے ساتھ مل کر فلسطین کو یہودی ریاست میں تبدیل کرنے کا منصوبہ تیار کیا تھا

بقیہ صفحہ ۱۹

پرتش زبان میں قرآن مجید شائع کیا جائے گا

اس کا ذمہ دار کون؟

دورِ جدید کے ترقی یافتہ انسان کو بعض لوگ انسانی تاریخ کا سب سے زیادہ خوش قسمت انسان سمجھتے ہیں لیکن ہمارا مشاہدہ یہ ہے کہ آج کی نئی دنیا کی نئی تہذیب، نئی تعلیم، نئی معاشرت اور نئی ایجادات کی بدولت انسان جس قدر مظلوم ہے شاید تاریخ کے کسی دور میں نہیں رہا ہوگا اور آج وہ سب کچھ موجود ہونے کے باوجود جس طرح خود اپنے ہاتھ سے روشن کئے ہوئے الاؤ میں جل رہا ہے شاید اس سے پہلے انسانے اس حماقت کا کبھی تجربہ نہیں کیا ہوگا۔ دورِ جدید کا انسان نہیں جانتا کہ راحت و سکون کس چیز کا نام ہے دل کا قرار، روح کی شادمانی، آنکھوں کی ٹھنڈک اور جمعیت قلب کسے کہتے ہیں وہ شاندار بنگلے بناتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس سے سکون قلب ملے گا، عمدہ سے عمدہ فرنیچر اور پُرتکلف ساز و سامان سے گھر کو سجاتا ہے سوچتا ہے کہ یہ چیزیں راحت پہنچائیں گی۔ بہترین فرش و فروش ہے، شاندار گاڑیاں ہیں، نوکر ہیں، لاؤ لشکر ہے، کرو فر ہے، نمود و نمائش ہے سب کچھ ہے۔ لیکن لذتِ سکون ... کبھی ایک لمحے کے لئے بھی نصیب نہیں، حد یہ ہے کہ رات کی نیند بھی نہیں، بلکہ خواب آور گولیوں کے ذریعہ لائی جاتی ہے، آج کا انسان خوشنما چیزوں اور راحت کے ظاہری اسباب میں راحت و سکون کا متلاشی ہے وہ نہیں جانتا کہ یہ چیزیں اسباب راحت نہیں بلکہ موجب پریشانی ہیں۔ نئی دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم نئی ...

... سمجھتے ہیں کہ تم ناشکری ہو، اب دل کی بات تو میں کسی کو نہیں بتاتی، کہیں وہ لوگ میرے بارے میں غلط نہ سمجھ لیں۔ ہماری داستاں سنانے کا مقصد آپ سے یہ معلوم کرنا ہے کہ میں کیا کروں"

یہ ان بے شمار خطوط میں سے ایک خط ہے جو ہمیں آئے دن بچیوں کی طرف سے موصول ہوتے ہیں ۔۔۔ اس بچی نے جس سنگین مسئلہ کی طرف اشارہ کیا ہے ہمیں معلوم ہے کہ اس میں آج ہماری ہزاروں بچیاں مبتلا ہیں اس نے بیکڑوں خاندان تباہ کر ڈالے ہیں اور اس کی وجہ سے بہت سے شریف خاندانوں کی عزت خاک میں مل گئی ہے۔

اسلام کی تعلیم یہ ہے کہ لڑکی بالغ ہو جائے تو فوراً اسے اس کے گھر آباد کر دیا جائے لیکن مسلمانوں کا عمل یہ ہے کہ والدین کی آنکھیں تب کھلتی ہیں جب لڑکی اپنا راستہ خود تلاش کر لیتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس سماجی الجھن کے اسباب کیا ہیں اور اس کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

ہمارے نزدیک اس کا پہلا سبب وہ جھوٹا ...

(بشکریہ "جنگ" کراچی)

میں نے اسلام کیوں قبول کیا

پروفیسر اے۔ ایچ۔ بی۔ ہبرٹ

ترجمہ: اختر فتحپوری

ہندوستان آنا پڑا۔ بچپن کے نقوش اور یاد وطن ہمیشہ ان کے ساتھ رہی جس نے بالآخر انھیں تبت سے متعلق یہ کتاب لکھنے پر مجبور کر دیا اور اس طرح انھوں نے حب وطن کے تقاضے کی خوش گوار تکمیل کی۔

اردو کیا دوسری زبانوں میں بھی تبت پر کچھ زیادہ مواد نہیں ملتا۔ اس لیے انھوں نے بکھری ہوئی معلومات اور اپنے ذاتی مشاہدات و تاثرات کی روشنی میں یہ معلوماتی کتاب لکھ کر ایک خلا کو پر کرنے کی کامیاب کوشش کی جس کی بدولت تبت کی قدیم تاریخ، بدھ مت کے فروغ اور لاماؤں کے اثرات، جغرافی حالات اور دوسری ضروری معلومات حاصل ہو جاتی ہیں۔ ساتھ ہی تبت میں اسلام اور مسلمانوں کی تاریخ۔ ان کی موجودہ مشکلات و مسائل اور مستقبل کے امکانات کا جائزہ بھی موجود ہے۔ سہل و سادہ زبان میں تبت کی یہ اجمالی تاریخ ہر شخص کے پڑھنے کی ہے جس کے ذریعے اردو کے ذخیرۂ تاریخ میں ایک نیا اور خوش گوار اضافہ ہوا۔

صحیفۂ زندگی

از مولانا عزیز الحق کوثر ندوی صفحات ۱۴۰ قیمت درج نہیں
پتہ :۔ مکتبہ سراجیہ ۸/۳۱ جے، بکی باغ بنارس

مولانا کوثر ندوی متعدد علمی و دینی کتابوں کے مصنف اور اہل نظر عالم دین ہیں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انھیں شعری صلاحیت سے بھی نوازا ہے اور انھیں اس صلاحیت کو تعمیری اور سنجیدہ موضوعات میں صرف کرنے کی توفیق بھی بخشی ہے۔ پیش نظر شعری مجموعہ ان کی طویل مثنوی ہے جس میں انھوں نے زندگی پر تفصیلی نظر ڈالی ہے اور ایمانی بصیرت و فراست کے ساتھ اس کے تقاضوں کو سمجھا ہے۔ مغربی اور مادی تہذیب کے کمزور پہلوؤں پر نشان دہی کی ہے اور صالح اسلامی معاشرے کے اخلاقی اور عملی اقدار کا تعارف کرایا ہے۔ مثنوی کی بحر اتنی رواں ہے کہ پڑھنے والے کی طبیعت بھی رواں ہو جاتی ہے اور وہ ایک کیفیت محسوس کرنے لگتا ہے۔ اردو میں مثنوی سحر البیان اور گلزار نسیم بلکہ زہر عشق جیسی مثنویوں کی کمی نہیں لیکن تعمیری اور اخلاقی مثنویوں کی کمی یقیناً محسوس ہوتی ہے۔ اس لیے یہ مثنوی بہت غنیمت معلوم ہوتی ہے اور اس صنف سخن میں ایک قابل قدر کوشش ہے۔

تجلیاتِ حرم

از مولانا مجیب بستوی۔ صفحات ۳۲۔ قیمت ایک روپیہ
پتہ :۔ انجمن افکار ادب، سمریاواں بازار، بستی۔

نعت گویوں اور نعتیہ مجموعوں کی جس قدر کثرت دیکھنے میں آتی ہے اتنی ہی ان میں کیفیت اور قدر و قیمت کی کمی محسوس ہوتی ہے۔ نعت گوئی کے لیے صرف قدرت کلام ہی کافی نہیں بلکہ مقام نبوت اور پیام نبوت کا صحیح عرفان و وجدان بھی ضروری ہے جو بہت کم نعت گویوں کے حصے میں آیا ہے۔

نعت کے اچھے مجموعوں میں یہ نعتیہ مجموعہ بھی ہے جس میں سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مقام رسالت اور مقام الوہیت کا فرق ملحوظ رکھا گیا ہے جہاں اہل بدعت کے ساتھ اہل سنت بھی دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

ابن کثیر، حیاتہ ومؤلفاتہ

از ڈاکٹر مسعود الرحمن خاں صاحب ندوی۔
صفحات ۲۰۲ قیمت ۴۰ روپے
پتہ :۔ پبلی کیشن ڈویژن، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

علامہ ابن کثیر آٹھویں صدی ہجری کے ممتاز مورخ، مفسر اور محدث اور علامہ ابن تیمیہؒ کے مخصوص تلامذہ میں سے ہیں خاص طور پر ان کی تاریخ البدایہ والنہایہ اور تفسیر قرآن علامہ طبری کی تفسیر و تاریخ کے بعد اہم ترین مرجع کی حیثیت رکھتی ہیں۔ کتاب و سنت پر انحصار کرنے کا ذوق انھیں اپنے شیخ ابن تیمیہ سے ملا تھا اس لیے ان کی جو تحریریں اسلامی علوم و فنون کی معتبر اور مستند تحریروں کی صف میں آتی ہیں اور تعصب و تحزب سے بری ہونے کے سبب انھیں امت کا اعتماد حاصل ہے۔

اس علمی مقام و مرتبے کے باوجود ان پر بہت کم لکھا گیا تھا اس لیے ڈاکٹر مسعود الرحمٰن خاں صاحب ندوی کا بھلا ہو کہ انھوں نے ان کو اپنی تحقیق کا موضوع بنایا اور بڑی حد تک تحقیق کا حق ادا کیا

(بقیہ صفحہ پر)

مطالعہ کی میز پر

تبصرہ کے لئے ہر کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہیں

شمس تبریز خاں

آئینۂ ویسی

از جناب ڈاکٹر محمد مطیع الرحمٰن صاحب صفحات ۵۰۰ قیمت ۱۵ روپے
پتہ ڈاکٹر محمد مطیع الرحمٰن۔ یونیورسٹی فلیٹ لا کالج کیا ڈنڈ پٹنہ ۶

بنگال مسلمانوں کی تعداد اور ثقافتی و تہذیبی اہمیت کے لحاظ سے جس توجہ کا مستحق تھا، افسوس ہے کہ اردو میں اس طرف اتنی توجہ نہیں کی گئی خاص طور پر وہاں کے علماء و مشائخ پر تو بہت کم مواد ملتا ہے، ڈاکٹر مطیع الرحمٰن صاحب ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انھوں نے آئینہ ویسی کے ذریعہ اس خلا کو ایک حد تک پر کرنے کی کوشش کی ہے اور ایک نامعلوم دنیا سے پردہ اٹھایا ہے "آئینہ ویسی" اصلاً حضرت سید احمد شہید کے ایک خلیفہ صوفی سید وارث علی شہید صاحب چاٹگامی کے فرزند صوفی سید فتح علی صاحب ویسی چاٹگام کے سوانح ہیں جو حضرت سید احمد شہیدؒ کے ایک دوسرے خلیفہ صوفی نور محمد صاحب نظام پوری کے خلیفہ تھے مگر اس میں چاٹگام میں مسلمانوں کی تاریخ، حضرت سید احمد شہیدؒ کے بنگالی رفقاء اور صوفی فتح علی صاحبؒ کے مریدین و متوسلین کے حالات بھی آگئے ہیں۔ آخر میں ان کی نعتیہ شاعری پر تفصیلی کلام اور اساتذۂ فارسی کی نعت گوئی سے مقابلہ کیا گیا ہے۔ ماخذ کی تعداد سو سے زائد ہے جس سے کتاب کا استناد بڑھ گیا ہے۔ تحقیق کے سلسلے میں انھوں نے ریکارڈ ٹائم ٹیبل، اگزیٹ، پرس، اور ذاتی خطوط تک سے استفادہ کیا ہے اور ہر متعلق مقام و شخص کے بارے میں حواشی میں وضاحت کی ہے جس سے بہت سی ضمنی معلومات کا بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ مقامات کے باہم فاصلوں کی تفصیلات کہیں کہیں غیر ضروری محسوس ہوتی ہیں زبان اور بیان عقیدت مندانہ اور شائستہ ہے اور بزرگوں کے تذکرہ و سوانح کے انداز پر ہے۔ بعض زندہ افراد کے بارے میں بھی غیر ضروری تفصیلات درج ہو گئی ہیں۔ ان سب باتوں سے قطع نظر کتاب اردو تاریخ و تذکرہ نگاری کے سلسلے کی ایک اہم کڑی کی حیثیت رکھتی ہے جس سے بعض نئے گوشے سامنے آتے ہیں اس لیے ہم قارئین سے اس کی پر زور سفارش کرتے ہیں۔

روح البیان

از حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھ۔ صفحات ۱۴۰
قیمت چھ روپے
ناشر ڈاکٹر ابرار احمد صاحب مٹ سلطان پور بھادا۔ الہ آباد

یہ حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی مدظلہ العالی کے چند مواعظ کا مجموعہ ہے ان مواعظ کا رنگ حضرت تھانویؒ کے سلسلے کے بزرگوں خاص طور پر حضرت شاہ وصی اللہ صاحبؒ کے مواعظ جیسا ہے۔ دراصل اہل اللہ کے حالات و بیانات میں یکسانی ہوتی بھی ہے، وہی سادگی، تاثیر اور دلچسپی، شگفتگی و رعنائی ان مواعظ میں بھی موجود ہے اور عوام و خواص دونوں کے لیے یکساں مفید ہے ان مواعظ کو دیکھتے ہوئے خواہش ہوتی ہے کہ حضرت مولانا کے اور مواعظ بھی جلد شائع ہو کر منظر عام پر آئیں اور اصلاح خلق کا ذریعہ بنیں۔

تبت اور تبتی مسلمان

از ڈاکٹر ابو بکر تبتی ندوی صفحات ۱۸۰، قیمت ۱۰ روپے
پتہ :۔ مکتبہ دار العلوم ندوۃ العلماء۔ پوسٹ بکس ۹۳ لکھنؤ۔

محبی ڈاکٹر ابو بکر تبتی ندوی، ندوہ کے اصلاحیت فاضل اور متنوع صفات کے حامل نوجوان ہیں۔ بچپن میں انھیں تبت پر چینی قبضے کے بعد اپنے خاندان کے ساتھ

احمد سعید قریشی

فلسطین کو اسرائیل بنانے میں روس کا کردار

سقوط اسپین سے لے کر سقوط ترکستان تک اور سقوط مشرقی پاکستان سے لے کر سقوط افغانستان کی کوششوں تک ملت اسلامیہ کا المیہ یہ ہے کہ اس کو سب سے زیادہ نقصان اس سے تعلقات رکھنے والوں ہی نے پہنچایا ہے۔ اور ان المیوں میں مرکزی کردار روس نے ادا کیا ہے ... اسلامی تاریخ ... عظیم وسط ایشیائی مسلم ... اسلامی دنیا سے کاٹ دیا ... ماضی میں ... مسلم ریاستوں کو اسلامی دنیا کے افق سے غائب کر دیا تھا۔ یہ ایک المیہ ہے لیکن اس سے زیادہ افسوسناک حقیقت یہ ہے کہ ایک ایسے وقت جب پوری دنیا افغانستان کے

[illegible]

(بقیہ صفحہ پر)